REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ عبدہ المسیح الموعود

POSTAL REGISTRATION NO. P/GDP-23.

جلد ۴۲ — شمارہ ۳۶

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

ہفت روزہ بدر قادیان

ایڈیٹر:- مُنیر احمد خادم

نائبین:- قریشی محمد فضل اللہ، محمد نسیم خان

شرحِ چندہ
سالانہ ۱۰۰ روپے
بیرونی ممالک:-
بذریعہ ہوائی ڈاک:- ۲۰ پاؤنڈ یا ۴۰ ڈالر امریکن
بذریعہ بحری ڈاک:- دس پاؤنڈ یا ۲۰ ڈالر امریکن۔

THE WEEKLY "BADR" QADIAN-143516

ہفت روزہ بدر قادیان ۔ ۱۴۳۵۱۶

۲۱ ربیع الاوّل ۱۴۱۴ ہجری — ۹ تبوک ۱۳۷۲ ہش — ۹ ستمبر ۱۹۹۳ ع

اخبارِ احمدیہ

قادیان ۷ ستمبر: سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیر و عافیت ہیں۔
الحمد للہ

احبابِ جماعت اپنے جان و دِل سے پیارے آقا کی صحت و سلامتی، درازیٔ عُمر، مقاصدِ عالیہ میں معجزانہ کامیابی اور خصوصی حفاظت کے لئے دُعائیں جاری رکھیں۔

اخلاقی مُعجزات وہ کام کرسکتے ہیں جو اقتداری مُعجزات نہیں کرسکتے

اِرشاداتِ عالیہ سیدّنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السّلام

" تقویٰ کے بہت سے اجزاء ہیں۔ عُجب، خود پسندی، مالِ حرام سے پرہیز اور بد اخلاقی سے بچنا بھی تقویٰ ہے۔ جو شخص اچھے اخلاق ظاہر کرتا ہے اُس کے دُشمن بھی دوست ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (المؤمنون، ۹۷) اب خیال کرو کہ یہ ہدایت کیا تعلیم دیتی ہے؟ اِس ہدایت میں اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء ہے کہ اگر مخالف گالی بھی دے تو اُس کا جواب گالی سے نہ دیا جاوے بلکہ اس پر صبر کیا جائے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مخالف تمہاری فضیلت کا قائل ہو کر خود ہی نادِم اور شرمندہ ہوگا۔ اور یہ سزا اُس سزا سے بہت بڑھ کر ہوگی جو اِنتقامی طور پر تم اُس کو دے سکتے ہو۔ یوں تو ایک ذرا سا آدمی اقدامِ قتل تک نوبت پہنچا سکتا ہے لیکن انسانیت کا تقاضا اور تقویٰ کا منشاء یہ نہیں ہے۔ خوش اخلاقی ایک ایسا جوہر ہے کہ مُوذی سے مُوذی انسان پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے کہ ع

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

فاسق آدمی جو انبیاء کے مقابلہ پر تھے خصوصًا وہ لوگ جو ہمارے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مقابلہ پر تھے ان کا ایمان لانا معجزات پر مُنحصر نہ تھا اور نہ معجزات اور خوارق ان کی تسلّی کا باعث تھے۔ بلکہ وہ لوگ آنحضرت صلعم کے اخلاقِ فاضلہ کو ہی دیکھ کر آپؐ کی صداقت کے قائل ہو گئے تھے۔ اخلاقی معجزات وہ کام کرسکتے ہیں جو اقتداری معجزات نہیں کرسکتے۔ اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ کا یہی مفہوم ہے اور تجربہ کر کے دیکھ لو کہ استقامت کیسے کرشمے دِکھاتی ہے۔ کرامت کی طرف تو چنداں اِلتفات ہی نہیں ہوتا خصوصًا آجکل کے زمانہ میں۔ لیکن اگر پتہ چل جائے کہ فلاں شخص با اخلاق آدمی ہے تو اِس کی طرف جس قدر رُجوع ہوتا ہے وہ کوئی مخفی امر نہیں۔ اخلاقِ حمیدہ کی زد اُن لوگوں پر بھی پڑتی ہے جو کئی قسم کے نشانات کو دیکھ کر بھی اطمینان اور تسلّی نہیں پاسکتے۔ بات یہ ہے کہ بعض آدمی ظاہری معجزات اور خوارق دیکھ کر ایمان لاتے ہیں اور بعض حقائق اور معارف کو دیکھ کر۔ مگر اکثر لوگ وہ ہوتے ہیں جن کی ہدایت اور تسلّی کا موجب اخلاقِ فاضلہ اور التفات ہوتے ہیں۔"
(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۸۱)

" خُلق باطنی پیدائش کا نام ہے ایسا ہی باطنی قویٰ جو انسان اور غیر انسان میں مابہ الامتیاز ہیں وہ سب خُلق میں داخل ہیں۔ یہاں تک کہ عقل و فکر وغیرہ سب قوتیں خلق ہی میں داخل ہیں۔ خُلق سے انسان اپنی انسانیت کو دُرست کرتا ہے۔ اگر انسانوں کے فرائض نہ ہوں تو فرض کرنا پڑے گا کہ آدمی ہے؟ گدھا ہے؟ یا کیا ہے؟ جب خُلق میں فرق آجائے تو صُورت ہی رہتی ہے۔ مثلاً عقل ماری جاوے تو مجنون کہلاتا ہے۔ صرف ظاہری صُورت سے ہی انسان کہلاتا ہے۔ پس اخلاق سے مُراد خُدا تعالیٰ کی رضا جوئی (جو رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی میں مجسّم نظر آتا ہے) کا حصُول ہے اس لئے ضروری ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ زندگی کے موافق اپنی زندگی بنانے کی کوشش کرے۔ یہ اخلاق بطور بُنیاد کے ہیں اگر وہ متزلزل رہے تو اس پر عمارت نہیں بنا سکتے۔ اخلاق ایک اینٹ پر دُوسری اینٹ کا رکھنا ہے۔ اگر ایک اینٹ ٹیڑھی ہو تو ساری دیوار ٹیڑھی رہتی ہے۔"
(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۱۳۲)

جلسہ سالانہ قادیان

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے امسال جلسہ سالانہ قادیان کے لئے ۲۴ - ۲۵ - ۲۶ دسمبر ۱۹۹۳ء کی تاریخوں کی منظوری مرحمت فرمائی ہے۔ احباب اس کے مطابق جلسہ سالانہ میں شرکت کا پروگرام بنائیں اور کثرت سے شامل ہوں۔ اللہ تعالیٰ سفر و حضر میں احبابِ جماعت کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

منیر احمد حافظ آبادی ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر:- نگران بورڈ بدر قادیان۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۹ رتبوک ۱۳۷۲ ہش

اِس سال کا ہمارا مطمحِ نظر

رفتارِ زمانہ کے ساتھ انسان مادّی ترقی کی نئی سے نئی منزلیں بڑی تیزی سے طے کرتا جا رہا ہے۔ ہر قسم کی دنیوی سہولتیں میسّر ہوتی جا رہی ہیں۔ رسل و رسائل کے جدید ذرائع پیدا ہو رہے ہیں۔ خالقِ کائنات نے اِنسان کو پیدا کر کے اعلیٰ ترین اِستعدادوں سے نوازا ہے۔ اور ان پر مکمل طور پر آزادی عطا کی ہے۔ افسوس کہ وہ اشرف المخلوقات وجود بسا اوقات عام جانوروں سے بھی گر کر حیوانیت اور درندگی اِختیار کر لیتا ہے۔ اور بجائے اعلیٰ معاشرے کے قیام اور اعلیٰ اخلاق کا اظہار کرنے کے اس سے ذلیل اور کمینی حرکتیں سرزد ہونے لگ جاتی ہیں۔ کہیں بھائی بھائی کو قتل کر رہا ہے تو کہیں جائیداد کے حصُول کے لئے باپ بیٹے میں جھگڑا ہے۔ ایک خبر کے مطابق ۵۰۰۰ روپے لینے کی خاطر ایک بدبخت بیٹے نے اپنی بوڑھی ماں کی جان لینے سے بھی دریغ نہ کیا۔ آئے دِن انسانیت سوز ایسی حرکات اخبارات و رسائل میں چھپتی رہتی ہیں جو حضرتِ اِنسان کے لئے باعثِ شرم و ندامت ہیں۔

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہُ اللہ تعالےٰ نے یکم جنوری ۱۹۹۳ء کے خُطبہ جمعہ میں تحریک فرمائی تھی کہ "اِس سال مطمحِ نظر یہ رکھیں کہ انسان کو انسانیت کے آداب سکھائے جائیں"..... فرمایا:۔

"اِس وقت دُنیا کو سب سے زیادہ انسانی قدروں کو بحال کرنے کی طرف توجّہ دینے کی ضرورت ہے۔ انسانی قدریں ہر پہلو سے پامال ہو رہی ہیں۔ ہر قسم کے جرائم بڑھ رہے ہیں۔ اور ان کے نتیجہ میں اِنسانی ضمیر کُچلا جا رہا ہے۔ اور اکثر جگہ تو یُوں معلوم ہوتا ہے کہ ضمیر دم توڑ چکا ہے۔ کوئی حیا کِسی قِسم کی کوئی غیرت، انسانیت کی کوئی رمق بھی بعض جگہ دِکھائی نہیں دیتی۔"

"اِنسانی قدروں کے لئے ایک عالمی جہاد کی ضرورت ہے اور جماعت کو ہر جگہ اِس کو موضوع بنانا چاہیئے۔"

جماعتِ احمدیہ کے قیام کا مقصد اگر ایک طرف خدا تعالےٰ سے اس کے بندوں کا تعلّق قائم کرنا ہے تو دُوسری طرف اس کی مخلوق کی ہمدردی اور انسانیت کی اعلیٰ اقدار کو قائم کرنا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کے لئے یہ بھی شرط قرار دی ہے کہ بَیعت کرنے والا عام خلق اللہ کو عموماً اور مُسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہ دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اَور طرح سے۔ اور عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض لِلّٰہ مشغول رہے گا۔ اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خُداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

بفضلہٖ تعالےٰ ہر احمدی حسبِ توفیق اِس شرط پر پُورا اُترنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور بحیثیت جماعت انسانیت کی خدمت پر جماعت احمدیہ کی سَو سالہ تاریخ شاندار مثالیں پیش کر رہی ہے۔

چونکہ اِس زمانہ میں اِنسانی اقدار اِس حد تک پامال ہو رہی ہیں کہ اعلیٰ نیکیاں تو درکنار عام فِطری اور بُنیادی حقوق سے بھی بنی نوعِ انسان محروم ہو رہا ہے۔ اور اگر اِسی طرح اخلاقی تنزّل رہا تو نہ صرف یہ کہ مذہب کی بُنیادی اغراض ختم ہو جائیں گی۔ بلکہ عام لوگ مذہب سے بھی بیزار ہو جائیں گے۔ جیسا کہ پہلے بھی ایک دفعہ ہُوا اور اُس وقت بھی اس کے ذمّہ دار دُنیادار مذہبی راہنُما ہی تھے۔ پس ضرورت اِس امر کی ہے کہ منظم طور پر کوشش کی جائے کہ دُنیا میں انسانیت کی اعلیٰ اقدار قائم ہوں۔ اس کے لئے حضور انور ایدہُ اللہ نے درجِ ذیل سُنہری تجاویز پر عملدرآمد کی تلقین فرمائی ہے

مذہبی بحثوں میں پڑے بغیر انسان کو انسان بننے کا پیغام دیا جائے۔ انسانی قدروں کے لئے ایک عالمی سطح کا جہاد جاری کیا جائے۔ اور اِس کارِخیر میں دُوسرے دانشوروں اور بااختیار لوگوں کو بھی شامل کیا جائے۔ پیشوایانِ مذاہب کے جلسوں کا انعقاد کیا جائے۔ بہبُودِ انسانیت کے نام پر جلسے کئے جائیں۔ اور اس میں ہر طرح کے لوگوں کو بُلا کر انسانیت اور اعلیٰ اخلاق سے رُوشناس کرائیں۔ ایسے جلسے ہوں جس میں ہمدردی کی خیر خواہی کے پروگرام بنائے جائیں۔ اُن کے دُکھ اور تکالیف دُور کرنے کی کوششیں ہوں۔ اور آپس میں پائی جانے والی نفرتوں کو دُور کیا جائے۔ نہ صرف دُور کیا جائے بلکہ دلوں میں ایک دُوسرے کے لئے پیار و محبت کا جذبہ بیدار کیا جائے۔ اُن کی منفی سوچوں اور نظریات کو بدلا جائے۔ اور باہمی گفت و شنید سے ایسا حسین معاشرہ قائم کیا جائے جو بڑھتا چلا جائے اور بالآخر امنِ عالم پر منتج ہو۔

اب جبکہ اِس سال کے اِختتام میں چار ماہ باقی ہیں ہمیں اپنی اِن کوششوں کو تیز تر کرنا چاہیئے اور جائزہ لینا چاہیئے کہ ہم نے اِس تحریک میں کہاں تک حصّہ لیا ہے۔

(قریشی محمد فضل اللہ)

جذباتِ مہجور

قادیاں دارالاماں جنّت نشاں
مرکزِ توحیدِ ربِّ دو جہاں

مرجعِ اقوامِ عالم قریۂ ذی احترام
ہے جنم بھُومی مسیحائے زماں

رہبرِ اقوامِ عالم مرکزِ عِلم و ہُدیٰ
مومنوں کے واسطے ہر دم یہی دارالاماں

تُو ضیاءِ نُور کا روشن وطن!
دُور ہو جائیں گی تیرے نُور سے تاریکیاں

ہم ترا پیغام پھیلائیں گے ہر سُو دہر میں
ایک دِن زیرِ نگیں ہو جائے گا سارا جہاں

نام تیرا مُرتسم تاریخ کے اوراق پر
تا اُفق مینارِ شرقی تیری عظمت کا نشاں

قہر آلُودہ نگاہیں ہر طرف تھیں خوفناک
دامنِ عُشّاق نے پائی یہیں حفظ و اماں

"ہم مِٹا دیں گے اِسے" دعوے تھے یہ احرار کے
ہو گئے نابُود لیکن خود ہی سارے کارواں

سب مخالف قوتیں اک روز بس پچھتائیں گی
ایک دِن خاموش ہوگا یہ سبھی شور و فغاں

خود بخود کافور ہو جائیں گی یہ سب مشکلیں
اور تری تبلیغ پھیلائے گا تیرا نوجواں

پرچمِ اسلام کو لہرائیں گے ہم دہر میں
اور ہر سُو گونج اُٹھے گی فقط تیری اذاں

مسکنِ درویش ہے یہ آج پیارا قادیاں
وقت آتا ہے کہ یہ ہوگا گزرگاہِ شہاں

پیار و اُلفت ہے ہمیں اس کے در و دیوار سے
خوش نصیبی ہے زیارت مرقدِ شاہِ جہاںؑ

گردشِ افلاک کے ہم نے بہت دیکھے ہیں رنگ
دردِ فُرقت اِن مُلاقاتوں سے ہوتا ہے عیاں

مَیں یہاں آیا ہوں پھر، بعد از چالیسؔ سال
اِنبساط و فرحتِ دل کو کروں کیسے بیاں؟

بعد اِک مُدّت ترے مہجُور کو تسکیں ملی
شکر لِلّٰہ مل گئی پھر آج بزمِ دوستاں

سر بسجدہ ہے درِ مولا پہ یہ قلبِ حزیں!
جسم لاغر ہے مگر دِل میں ہے اِک عزمِ جواں

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ دیکھ لی آئے گی اب فَتْحٌ قَرِیْب
دے ہمیں توفیق یا ربّ اور کر دے کامراں

سفرِ ہجرت میرے آقا کا بھی اب تو ختم کر
یا الٰہی! کر عطا ہم کو ہمارا قادیاں

اِلتجائیں ناصرِ ناچیز کی مقبُول ہوں
فضل کر اَے میرے مولا خالقِ کون و مکاں

ظہور احمد ناصر۔ سابق درویش قادیان
دارالرحمت وسطی۔ ربوہ۔

خطبہ جمعہ

ہمارا نظامِ زندگی آداب پر چلنے سے مرتب ہوتا اور پایا جاتا ہے۔ عبادت نماز اسلامی معاشرہ اور ہمارے نظم و ضبط کی تعمیر ہے

اعلیٰ درجہ کے اخلاقی اصول، معاشرہ اور نظام جماعت کے حقوق جو کچھ بھی اللہ اور اس کے رسول نے ہمیں سکھائے ہیں مسجد سے متعلق ہو سکتے ہیں جو پھیل کر ساری زندگی پر حاوی ہو جاتے ہیں

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسجد سے تعلق رکھنے والی قوم دنیا کی سب سے عظیم اور متمدن قوم ہو گی!

از سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ ۲۳ اخاء / اکتوبر ۱۳۷۱ ہش / ۱۹۹۲ء بمقام مسجد بیت الاسلام ٹورانٹو کینیڈا

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے آیت کریمہ

اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا

کی تلاوت کی اور فرمایا:-

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جماعت احمدیہ کینیڈا کو بہت ہی وسیع اور خوبصورت سادہ مگر دلکش مسجد بنانے کی توفیق بخشی ہے اس ضمن میں میں سمجھتا ہوں کہ مساجد کے آداب سے متعلق بھی خصوصیت سے مغرب میں بسنے والوں کو توجہ دلانی ضروری ہے کیونکہ بہت سے بچے جو یہاں مغربی ماحول میں پیدا ہوئے ہیں انہیں ان اقدار کا فلسفہ معلوم نہیں جو اسلامی آداب کو بناتے ہیں اور ان کی حدود قائم کرتے ہیں۔ اس لئے بعض بچے اپنے والدین سے سوال کرتے ہیں کہ اس کی کیا ضرورت ہے، اس کی کیا ضرورت ہے اور بسا اوقات والدین انہیں سمجھا نہیں سکتے۔ ایسے کئی سوال میرے سامنے یورپ میں مختلف جگہ پیش ہوتے رہتے ہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ

مسجد کے حقوق اور اس کے آداب

سے متعلق اور عموماً نماز کے آداب سے متعلق میں کچھ ضروری باتیں آپ کے سامنے رکھوں۔

ابھی یہاں آنے سے پہلے کراچی سے ایک دوست کا خط ملا جس میں انہوں نے شکایت کی کہ عام طور پر لوگ اس امر سے بے پرواہ ہیں کہ مسجد میں سر ڈھانپ کر جانا چاہئے، ٹوپی پہن کر جانا چاہئے۔ اسی طرح کی شکایتیں ربوہ سے بھی ملیں اور ربوہ کے ایک دوست نے ایک واقعہ لکھا کہ آپ جلدی آجائیں کیونکہ آپ کے جانے کے بعد بہت سے نقصانات ہو رہے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اسلامی آداب اور اخلاق جن سے متعلق پہلے بہت ہی پابندی کی جاتی تھی اب ان کا رعب اٹھتا جا رہا ہے اور لوگ بے پرواہ ہو گئے ہیں اس کے نتیجہ میں مجھے خیال آیا کہ سب سے پہلے بنیادی حقیقت کی طرف متوجہ کرنا ضروری ہے۔

ایک انسان کہاں تک بے نیازی ہر جگہ موجود رہ سکتا ہے۔ اگر میں ربوہ میں بھی ہوتا تو ربوہ کی ساری مساجد پر میری نظر کیسے پڑ سکتی ہے جس مسجد میں میں نماز پڑھاتا تھا اس مسجد میں عام طور پر جو فرق ہوتا تھا دوسری مساجد سے بہتر ہوتی تھی مگر ربوہ کا تو لمبا چوڑا منتشر آبادی ہو گی یا شاید ان سے بھی کم جو اس مسجد سے استفادہ کرتی تھی تو کہاں تک ایک انسانی نظر لوگوں کو ان آداب میں رہنے پر آمادہ کر سکتی ہے یا انسانی نظر کا خوف کسی کو اپنے طریق عمل کو بہتر بنانے پر آمادہ کر سکتا ہے۔ اصل بنیادی حقیقت یہ ہے کہ خدا کا تصور، ایک ایسا زندہ تصور جو ہمیشہ تمہارے ساتھ ہو اور ہر آن تم پر نگاہ رکھتا ہو اسے دل میں جاگزیں کرنے کی ضرورت ہے اور نماز کا اس سے بہت گہرا تعلق ہے کیونکہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو بہترین نماز یہ ہے کہ تم گویا خدا کو دیکھ رہے ہو کہ وہ تمہارے سامنے کھڑا ہے اور اگر اس کی توفیق نہیں تو کم سے کم خدا کی نظر میں رہو اور سمجھو کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے پس لباس خواہ ٹوپی ہو یا کوئی اور لباس اس کا تعلق اس احساس سے ہے کہ میں کیا ہوں اور کس کے سامنے ہوں۔ بعض لوگ جو ٹوپی کے متعلق کہتے ہیں کہ کیا ضرورت ہے لیکن مغرب میں جب ٹوپی کا استعمال مغربی اقدار کے مطابق ہوتا ہے تو اس کی پابندی کرتے ہیں۔ ایک جج جب کرسی عدالت پر بیٹھتا ہے تو ہمیشہ سر ڈھانک کر بیٹھتا ہے اور کسی کی مجال نہیں کہ جج کے سامنے ٹوپی پہن کر بیٹھے۔ ہمارے بچوں کو یہ کیوں خیال نہیں آتا کہ اس کی کیا ضرورت تھی؟ ٹوپی اتار کے کیوں نہیں بیٹھتا؟ تو وجہ یہ ہے کہ ٹوپی عزت کا ذریعہ سمجھی جاتی ہے اور ٹوپی پہن کر بیٹھنے میں خواہ وہ ٹوپی ہو یا کوئی اور لباس انسان کی عزت اور وقار کا مفہوم شامل ہے۔ جج کے سامنے آپ اس لئے ٹوپی نہیں پہن سکتے کہ گویا اس عدالت عالیہ کی ہتک ہو گی کہ اس کی عزت میں سارے شریک ہیں بس اسے تو عزت کے مقام پر بٹھایا جاتا ہے اور باقی سب لوگوں کی عزت سروں سے اتاری جاتی ہے لیکن بنیادی فلسفہ وہی ہے کہ

ٹوپی کا عزت سے تعلق ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے حضور حاضر ہونے والوں کو عزت بخشی ہے اور یہ ادب سکھایا ہے کہ تم عزت کے مقام سے میری طرف آیا کرو اور اپنی عزت کا مقام لے کر میری طرف پہنچا کرو اور میرے سامنے بھی عزت پاؤ۔ اتنا بڑا مرتبہ خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے جسے بحیثیت مرتبہ دنیا کی تمام تہذیبیں پہچانتی اور جانتی ہیں اور اعتراف کرتی ہیں کہ سر پہ کچھ اوڑھنا عزت کا نشان ہے لیکن مغربی تہذیب کے نتیجہ میں ہم اپنے سروں کی عزتیں اتارتے ہیں۔ خدا نے جس کو عزت دی ہے اس عزت کو قبول کرنا اس کا احترام کرنا ہے۔ آنکھوں پر لگانا، چوم کر اپنے سر پر رکھنا یہ احترام کا تقاضا ہے۔ پھر بعض دفعہ ایسے دیکھے ہیں جن کے متعلق مجھے تجربہ ہے کہ اگر کبھی مجھے ملنے آئیں تو اپنی ٹوپی نہ ہو تو ٹوپی مانگ کر لے آتے ہیں اور مانگی ہوئی ٹوپی نظر آ رہی ہوتی ہے کہ کسی کان پر لٹکی ہوتی ہے تو کوئی سر کی چوٹی پر بیٹھی ہوتی ہے۔ صاف پہچانی جاتی ہے کہ اپنی نہیں مگر دل کی گہرائیوں میں احساس ضرور ہے کہ جس سے ملنے جائیں اس سے ملنے کے آداب پورے کرنے چاہئیں تو بنیادی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کے لئے مساجد میں آیا جاتا ہے اس خیال کو پیش نظر رکھیں تو یہ خیال ساری زندگی پر پھیلا جاتا ہے اور ایک عارف باللہ اور ایک عام آدمی کی زندگی میں یہی فرق ہے کہ ایک عام آدمی جب مسجد سے اللہ تعالیٰ کی حضوری کا سبق لیتا ہے تو اسے وہیں چھوڑ کر باہر نکل جاتا ہے لیکن ایک عارف باللہ اس حضوری کے تصور کو اپنی زندگی کا حصہ بنا لیتا ہے

چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو نظم آپ کے سامنے بار بار پڑھی جاتی ہے اس میں یہ مصرعہ بہت ہی گہرا اور بہت ہی پیارا مصرعہ ہے جو ہر مصرعے کے بعد آتا ہے۔

فَسُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

فسبحان من یرانی یعنی پاک ہے وہ ذات جو مجھے دیکھ رہی ہے اس دیکھنے کا مضمون بہت وسیع ہے۔ اسی لئے میں نے اسے گہرا کہا ہے۔ پہلا حصہ یہ احساس ہے کہ میں خدا کی نظر میں ہوں۔ یہ احساس انسان کو ہر قسم کے گناہوں سے بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ دنیا کا کوئی مجرم اگر یہ معلوم کر لے کہ میں لازماً قانون کو نظر آرہا ہوں تو شاید ہی کوئی پاگل ہوگا جو جرم کرے گا اور جب تک قانون کی آنکھ اُسے دیکھتی ہے وہ جرم سے باز رہتا ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ انسان کیا اور انسان کی آنکھ کیا مجھے بھی اس حیثیت سے کوئی ایسا مقام نہیں ہے کہ میری وجہ سے بعض لوگ بعض اخلاق کو اختیار کریں اور بعض بداخلاقیوں سے بچیں اصل روح کو ہمیشہ قائم رکھنا ضروری ہے اور وہ صرف یہ ہے کہ اللہ کی حضوری کا خیال دل میں پیدا کریں اور اگر مسجد میں پیدا نہیں ہوگا تو مسجد سے باہر کبھی پیدا نہیں ہوگا۔ عارف باللہ مسجد میں حضوری کے تصوّر کے ساتھ بہت سے فوائد حاصل کرتا ہے اس کی نماز میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے اُس کی نماز اُسے بہت سے سبق دیتی ہے اور بالآخر اس کی نماز میں ایسی لذّت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ شخص جسے تجربہ نہ ہو وہ تصوّر بھی نہیں کر سکتا کہ نماز میں بھی کوئی لذت ہے۔ عام طور پر نمازی جو نماز باقاعدگی کے ساتھ پڑھتے ہیں وہ نیکی کی ایک منزل تو بہر حال طے کر لیتے ہیں کہ انہیں احساس ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جو فرمایا اُس کا احترام کیا جائے اور جو فرض عائد فرمایا ہے اُسے میں پورا کروں لیکن وہاں نماز ختم نہیں ہوتی وہاں سے نماز شروع ہوتی ہے۔ نماز کو سمجھنا اس کے ساتھ گہرا ذاتی تعلق قائم کرنا اُس سے فوائد اُٹھانا تمام تر حضوری کے تصوّر پر منحصر ہے۔ جب یہ تصوّر آپ کے ذہن سے اُترا وہیں نماز کی کھلی ہوئی شروع ہو جائے گی وہیں یوں لگے گا جیسے نماز میں بجلی کی رَو دوڑنی بند ہو گئی ہے جس طرح DISPLAY کے لفظ پھیکے پڑ جاتے ہیں اس طرح نماز میں آپ کے الفاظ بھی پھیکے پڑ جائیں گے آپ کا دماغ اُن کو سمجھ نہیں سکے گا کہ آپ کیا کر رہے ہیں پس

حضوری کا تصوّر بہت ہی اہم ہے

آپ کو جرائم سے بچاتا ہے آپ کو صحیح آداب سکھاتا ہے۔ آپ کو زندگی کا فلسفہ سمجھاتا ہے اور پھر وہی تصور ایک اور رنگ میں تبدیل ہو کر آپ کے لئے ایک اور جنّت پیدا کر دیتا ہے۔

دوسرا مفہوم مَنْ یَّرَانِیْ کا یہ ہے کہ مجھے پیار کی نظر سے دیکھ رہا ہے تیسرا مفہوم اس کا یہ ہے کہ میری حفاظت فرما رہا ہے۔ جہاں میں جاتا ہوں میں نہیں جانتا کہ کون شر پسند ہے اور کون مفسد ایسا ہے جو بد ارادے سے مجھ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ مگر میں ہمیشہ خدا کی نظر کے حصار میں چل رہا ہوں اور خدا کی نظر کے حصار کو کون توڑ سکتا ہے۔ پس سبحان من یرانی میں یہ سارے مفاہیم شامل ہیں اور جب آپ اس شعر میں ڈوب کر اس کو پڑھیں یا اس میں ڈوب کر کسی اچھی آواز میں اس کو سنیں۔ تو اچھی آواز بھی نئے مطالب حاصل کرنے میں مدد کرتی ہے۔ اسی لئے اچھی آواز سے پڑھنا ضروری ہے اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کریم کو بھی ترنّم کے ساتھ پڑھا کرو اور سوز کے ساتھ پڑھا کرو۔ ہے تو خدا کا کلام لیکن خدا کے کلام کو پڑھنے میں بھی فرق ہے۔ اس کو سرسری نظر سے پڑھنا اور بات ہے بے دلی سے پڑھنا اور بات ہے۔ جان ڈال کر پڑھنا اور بات ہے اور پھر مترنّم آواز میں پڑھنا آپ کی اندرونی کیفیات کو جگا دیتا ہے آپ کے اندر تموّج پیدا کرتا ہے اور اس تموّج کے ساتھ قرآن کریم کے مطالب ہم آہنگ ہو کر پھر آپ کے لئے نئے نئے مضمونوں کے گل کھلاتے ہیں، نئی روشنی عطا کرتے ہیں تو نماز کا بھی یہی حال ہے۔ نماز کو اگر دل ڈال کر پڑھیں گے تو نماز سے بھی یہی کیفیت ہوگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کو اگر ترنّم سے پڑھیں گے تو وہاں بھی یہی کیفیت ہوگی۔ حضرت مصلح موعودؓ جب نماز پڑھاتے تھے تو آپؓ کی آواز میں ترنّم بھی تھا اور سوز بھی تھا اور پڑھنے والا آپؓ کے پیچھے جو نماز پڑھا کرتا تھا اُسے صرف ظاہری رُوحانی لذت حاصل نہیں ہوتی تھی بلکہ نئے نئے مطالب اور عرفان اُسے حاصل ہوتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب حضورؓ لاہور تشریف لے گئے تو شیخ بشیر احمد صاحب مرحوم کے گھر ٹھہرے ہوئے تھے اور وہیں نمازیں پڑھایا کرتے تھے ان دنوں میں جلسے کے ایام تھے اور غیر مبایعین کا جلسہ ہو رہا تھا تو ایک غیر مبایع دوست جو لاہوری جماعت کے رُکن تھے وہ دن کو تو جلسہ وہاں سُنا کرتے تھے وہیں کھانا وغیرہ کھایا کرتے تھے لیکن مغرب اور عشاء کی نمازوں اور صبح کی نماز پر یہیں شیخ بشیر احمد صاحب کے گھر پہنچا کرتے تھے اُن سے کسی نے پُوچھا کہ آپ یہ کیا حرکت کر رہے ہیں جلسہ وہاں سنتے ہیں کھانا وہاں کھاتے ہیں اور نماز پڑھنے دوسری طرف چلے جاتے ہیں۔ انہوں نے کہا سچی بات یہ ہے کہ کھانے کا مزہ لاہوریوں کے ہاں اور نماز کا مزہ ان کے ہاں ہے اور نماز کا جو مزہ مجھے میاں صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو میاں صاحب کہتے تھے) کے پیچھے ملتا ہے اس کا عشرِ عشیر بھی وہاں نہیں ملتا۔ پس نماز کا مزہ حقیقت میں عرفان سے ملتا ہے اور ترنّم اس کی مدد کرتا ہے۔ چنانچہ نماز میں جو بعض نمازیں اُونچی آواز سے پڑھائی جاتی ہیں، تو ان میں یہ بھی ایک فلسفہ ہے اللہ اکبر کہنے میں بھی ترنّم ہوتا ہے ویسے تو ہر نماز میں بھی ترنّم کا کچھ حصہ پایا جاتا ہے۔ لیکن کئی نمازیں ایسی ہیں جن میں ترنّم کا اختیار کرنا ضروری ہے پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام کی بات ہو رہی تھی وہاں جب ایک آدمی کو ایک اچھی آواز میں کلام پڑھتے اور سنتے ہیں تو محض کانوں تک مزہ نہ رہنے دیا کریں۔ اُسے دل میں اُتارا کریں اُسے دماغ میں رچایا بسایا کریں پھر اللہ تعالےٰ کے فضل سے نئے نئے مضمون آپ کے دل سے آپ کے دماغ سے خود بخود پھوٹیں گے پس "مَنْ یَّرَانِیْ" کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ جسے میں دیکھتا ہوں تو پھر وہ مجھے دیکھتا ہے اور میں ہمیشہ اس خیال میں رہتا ہوں کہ مجھ سے کوئی حرکت ایسی نہ ہو جو خدا کے ادب کے خلاف ہو اور اس کے نتیجے میں میں خدا کا پیار پاتا ہوں، اُس کی حفاظت میں آجاتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ جہاں بھی میں جاتا ہوں وہاں خدا کی نظر مجھ پر پیار سے بھی پڑ رہی ہے اور حفاظت کے لئے بھی پڑ رہی ہے۔ پس یہ وہ دیکھنے کا تصوّر ہے جسے نماز کے ساتھ گہرا تعلق ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے کا جو یہ راز سمجھایا اس کے ساتھ تمام آداب وابستہ ہیں۔ تفصیل سے میں ساری باتیں بیان کر سکوں یا نہ کر سکوں لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس میں ایک مرکزی تصوّر ہے جو ادب کی جان ہے اس کے گرد ہر چیز گھوم رہی ہے ایک شخص نماز میں ایک پاؤں پر زیادہ بوجھ ڈالتا ہے ایک پاؤں ڈھیلا رکھتا ہے۔ ایک پاؤں سخت رکھتا ہے۔ ایک پاؤں ڈھیلا کر دیتا ہے یا یوں کہنا چاہئیے کہ گھٹنا اکڑا کے رکھتا ہے اور ایک گھٹنا ڈھیلا کر دیتا ہے کھڑے ہونے کی یہ طرز ایسی ہے کہ جس میں بے پروائی پائی جاتی ہے۔ اگر کسی افسر کے سامنے کوئی جائے تو اس طرح کھڑا نہیں ہو سکتا کوئی سپاہی اپنے افسر کے سامنے اس طرح کھڑا ہو تو شاید اس کا کورٹ مارشل ہو جائے۔

نماز میں جب آپ بعض بچوں کو یا بڑوں کو اس طرح دیکھتے ہیں تو صاف مطلب ہے کہ ان کو خدا کی حضوری کا تصوّر نہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے جو تفصیلی تعلیم دی ہے اس کا تمام تر اس حضوری سے تعلق ہے آپؐ فرماتے ہیں کہ ایک پاؤں پر بوجھ ڈال کر نہ کھڑے ہوں بلکہ سیدھے کھڑے ہو اور نہ شدی جیسے بدبخت ان باتوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ کیسا مذہب ہے؟ چھوٹی چھوٹی تفصیل میں جاتا ہے حالانکہ جب تک یہ آداب سکھائے نہ جائیں آج بھی دنیا کی متمدن قومیں ان آداب کو خود نہیں سیکھ سکتیں جو ادب حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ نے ہیں چودہ سو سال پہلے بتایا اور سکھایا جن قوموں کو وہ نہیں سکھایا گیا وہ آج بھی اسی طرح جاہل ہیں تہذیب بہت آہستہ رفتار سے ترقی کرتی ہے لیکن الہام دماغوں کو اور دلوں کو اور طرزِ زندگی

کی ہمارا روشنی بخشتا ہے۔ اور اس روشنی سے استفادہ کرنا پھر قوموں کا کام ہے وہ اگر باہوش ہوں گی اور زندہ رہنے کی صلاحیت رکھیں گی تو اس روشنی میں آنا ضروری ہے ورنہ قومیں زندہ نہیں رہ سکتیں۔ پس یہ چھوٹی چھوٹی باتیں جنہیں بعض لوگ چھوٹی سمجھتے ہیں، ایک بہت ہی گہرے مرکزی خیال سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور بعض خیال بہت اہم ہیں۔ وہ صرف نماز پر ہی نہیں زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے۔ خدا کی حضوری کے تصور کے بغیر کوئی مذہبی قوم زندہ نہیں رہ سکتی لوگوں کو زندگی نہیں بخش سکتی

پس جب کہا جاتا ہے کہ سر پر ٹوپی پہنو تو اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ تمہیں یہ خیال رہے کہ تم کسی معزز بزرگ ہستی کے حضور حاضر ہو رہے ہو اور ٹوپی ایک ایسا عزت کا نشان ہے جو تمہیں ہدیۃً عطا ہوا ہے خدا کا کرم ہے اور احسان ہے کہ اس نے تمہیں اپنے دربار میں آنے پر تمہیں عزت بخشی ہے۔ باقی تمام مسائل اسی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اب آپ ان کی تفصیل میں جائیں اور ان کو دیکھتے چلے جائیں تو ہر بات کی تان یہیں ٹوٹے گی کہ خدا کی حضوری کا تصور ہے۔ مثلاً جب نماز کا انتظار ہو رہا ہوتا ہے تو لوگ مسجد میں بیٹھے آپس میں باتیں شروع کر دیتے ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے اور وجہ یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

نماز کا انتظار بھی عبادت کا حصہ ہے

قرآن کریم کی جو آیت میں نے پڑھی تھی اس میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰہِ۔ کہ مساجد اللہ کے لئے ہیں۔ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا۔ خدا کے سوا اور کسی کو نہ پکارو۔

پس جب آپ مسجد میں داخل ہوتے ہیں تو نماز سے پہلے ہی خدا کی حضوری میں داخل ہو چکے ہوتے ہیں اور خدا کی حضوری کا تصور آپ کی حرکات اور سکنات پر اثر انداز ہونا چاہئے۔ ورنہ وہ تصور سچا ہی نہیں۔ پس وہاں آپ کو خاموشی اور ادب سے بیٹھنا چاہئے اور پھر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہئے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ ہمیشہ ذکر میں رہتے تھے مگر مسلمانوں کو ذکر کی تعلیم ہمیشہ یا اکثر اوقات مسجد کے حوالے سے دی ہے کہ جب مسجد میں آؤ تو ذکر کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ کو بہت کثرت سے یاد کیا کرو۔ وہاں بے ہودہ حرکتیں کرنا، دوڑنا پھرنا، ایسی مجالس لگانا جن کا مساجد سے کوئی تعلق نہیں سب منع ہے۔ دینی مجالس کا قیام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے لیکن آپؐ نے مسجد میں شعروں کی مجالس منعقد کرنے سے منع فرمایا۔ بعض دفعہ لوگ بے احتیاطی میں دینی مشاعرہ کہہ کر مسجد میں مشاعرہ کر لیتے ہیں لیکن مشاعرہ مشاعرہ ہی ہے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے تو وہاں یہ تفریق نہیں کی کہ دینی مشاعرہ نہ کیا جائے۔ بلکہ فرمایا کہ مسجد کو شعروں کی مجالس کے لئے استعمال نہ کرو۔ پس یہ سارے آداب ہیں جن کا اسی روح سے تعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کی خاطر مساجد قائم [illegible] ذکر ہی ہر مسجد میں بلند کرنا چاہئے۔

بعض اوقات یہ دیکھا گیا ہے کہ صفیں سیدھی نہیں ہوتیں اور بیچ میں فاصلے ہیں۔ یہ بھی ایک بے پرواہی کی علامت ہے۔ خدا تعالیٰ کے حضور صف بندی سے حاضر ہونے کا حکم ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ نظم و ضبط ہو، پتہ ہو کہ ایک ایسے عظیم وجود کے حضور حاضر ہوئے ہیں جس کے سامنے نظم و ضبط کی بھی ضرورت ہے۔ یہ بھی اس وجود کی حضوری کا تقاضا ہے۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ سپاہی اگر لائن میں کھڑے ہوں اور آپس میں فاصلے ہوں، لائن ٹیڑھی ہو تو ایسے سپاہی کبھی کسی فوج میں قبول نہیں ہو سکتے لیکن اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو سپاہی بنایا ہے تو روحانی سپاہی بنایا ہے، دنیاوی سپاہی نہیں۔ لیکن عملاً روحانی سپاہی بننے کے لئے بھی کم و بیش ویسے ہی اخلاق و آداب اختیار کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جیسے دنیاوی سپاہی بننے کے لئے ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں مسلمانوں کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتا ہے، صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ کہ یہ صف بندی سے میرے حضور حاضر رہتے ہیں۔ گویا ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہے۔ تو خدا تعالیٰ کے سامنے جب حاضر ہوتا ہے تو اپنے نظم و ضبط کے ساتھ حاضر ہونا ہے۔ اور اس نظم و ضبط کا یہ تقاضا ہے کہ آپ

صفیں بنائیں، سیدھی بنائیں اور ایک دوسرے کے ساتھ کندھا ملا کر کھڑے ہوں۔

حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں امور سے متعلق واضح نصیحت فرمائی اور جیسا کہ آپ سمجھ سکتے ہیں اس کا تعلق حضوری سے ہے فرمایا کہ اگر تم خدا کے سامنے ٹیڑھی صفیں لے کر کھڑے ہو گئے تو تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے۔

دلوں کے ٹیڑھے ہونے کا ٹیڑھی صف سے کیا تعلق ہے؟ اس پر اگر آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اگر دلوں میں کجی ہوگی تو آپ ٹیڑھی صف بنا کر کھڑے ہوں گے۔ دلوں کی کجی بے ادبی اور بے پرواہی کی کجی ہے اور قرآن کریم میں جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی نقشہ کھینچا ہے۔ یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ باہر سے جبراً دلوں کو ٹیڑھا کرے گا۔ مراد یہ ہے کہ تمہارا ٹیڑھی صفیں بنانا دل کی کسی کجی کی علامت ہے۔ اور جیسا کہ خدا کا قانون ہے تمہاری جو چھپی ہوئی کجیاں ہیں اگر تم اُن کو سیدھا نہیں کرو گے تو وہ ان کو نمایاں کر کے بڑھا کے تمہارے سامنے لے آئیگا۔ پس صف بندی اور سیدھی صف بنانا خدا تعالیٰ کی حضوری کے عظمت کے تقاضوں میں داخل ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپس میں کندھے ملا کر کھڑے ہو ورنہ بیچ میں شیطان آ جائے گا۔ اب وہ شیطان کیا ہے؟ اس پر اگر آپ غور کریں تو کئی قسم کے شیطان ہیں جو آ جاتے ہیں۔ اول تو یہ کہ قوم میں خلا پیدا ہو جائے تو قوم کمزور ہو جاتی ہے اور جب آپس میں دوری بڑھے تو فتنہ پرداز ایسے موقع پر وساوس پھونکتے ہیں اور بھائیوں کو بھائیوں سے جدا کرتے ہیں۔ پس نماز میں اکٹھے ہو جانا اور اخوت کی ایک ایسی مثال قائم کرنا کہ جس میں درمیان میں کوئی بھی رخنہ نہ ہو۔ کوئی بھی فاصلے بیچ میں نہ ہوں، اس کا بھی بالآخر دلوں سے تعلق ہے۔ اور اول میں بھی دل سے ہی تعلق ہے۔ جب انسان کسی دوست سے ملتا ہے تو گلے کیوں ملتا ہے اس لئے کہ اس کے بدن کے ساتھ اپنا بدن لگانا چاہتا ہے۔ اپنے فاصلے کم کرنا چاہتا ہے۔ جتنا پیار ہو اتنا ہی زیادہ ایک دوسرے میں جذب ہونے کا تصور پیدا ہوتا ہے جیسا کہ میں نے ایک دفعہ پہلے بھی فارسی کا ایک شعر اسی موقع پر سنایا تھا کہ

من تو شدم تو من شدی   من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں   من دیگرم تو دیگری

کہ میں تو ہو جاؤں تم میں ہو جاؤ۔ یعنی دو وجود نہ رہیں ایک ہی وجود بن جائیں۔ تم میری روح میری جان بن کر میرے دل میں سما جاؤ۔ میں تن ہو جاؤں اور تم جان ہو جاؤ۔ تاکہ پھر کبھی کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ میں اور ہوں اور تم اور ہو۔

تو شاعر کے تصورات شاعرانہ ہی ہیں۔ لیکن ان کا گہری حقیقتوں سے بھی تعلق ہوتا ہے۔ شاعر عشق میں مبتلا ہو کر نفسیات کے گہرے پانیوں میں غوطے مارتا ہے اور جتنا اچھا شاعر ہوگا وہ تبھی اچھا شاعر ہوگا کہ وہ سچائی میں ڈوب کر وہاں سے کوئی نیا موتی لے کر آتا ہے۔ تو میرا تو ہو جانا اور تیرا میں ہو جانا اور یہ تصور کہ بدن ایک ہو جائے۔ اور تم روح بن کر میرے جسم میں سما جاؤ اور میں روح بن کر تمہارے جسم میں سما جاؤں اس کا انسانی فطرت سے ایک گہرا تعلق ہے پس اگر بھائی پیارا ہے اگر مسلمان اخوۃ ہیں اور آپس میں محبت ہے تو پھر فاصلے پر کیوں کھڑے ہوں گے۔ انہیں اکٹھے ہو کر کھڑے ہونا چاہئے

اور خدا کی حضوری کا اس کے ساتھ یہ تعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ دکھایا جائے کہ جس طرح تو ایک ہے ہم بھی تیری خاطر ایک ہو چکے ہیں۔ ہمارے درمیان کوئی فاصلے نہیں رہے۔ یہ بہت ہی پیارا اظہار محبت ہے جو ایک ادب میں ڈھلتا ہے اور خدا کے حضور ایک بہت ہی حسین تصویر پیش کرتا ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے۔ دلوں میں فاصلے بڑھیں گے۔ دشمنیاں پیدا ہونگیں اور یہی مراد شیطان کے داخل ہونے سے ہے۔ پھر تکبر کا شیطان بھی داخل ہوتا ہے۔

نماز میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ سبق دیا ہے

کہ خدا کے حضور ایک دوسرے کے ساتھ اس لئے ملو کہ وہ تم سے اتنا بلند ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے تمہارے درمیان کوئی فرق ہی نہیں رہا۔ اس مضمون کو اسلامی معاشرے کے قیام میں بہت اہمیت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد جو انسانی فاصلے ہیں وہ کوئی اہمیت نہیں رکھتے جتنی دور کوئی چیز ہو اتنا ہی نزدیک کے فاصلے بے حقیقت ہوتے جاتے ہیں۔ اب آپ دیکھیں کہ سمندر کے مدّ و جزر میں چاند تو اثر انداز ہوتا ہے۔ لیکن سورج نہیں ہوتا۔ حالانکہ سورج بہ نسبت چاند کے سمندر کے اوپر بہت زیادہ اثر پیدا کر رہا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ چاند کو وہ رفعت حاصل نہیں ہے اور چاند اتنا قریب ہے کہ اس کے مقابل پر سمندر کے اوپر کے پانی کا زمین سے فاصلہ سمندر کے نیچے کے پانی کے زمین کے فاصلے کے مقابل پر ایک ایسا فاصلہ ہے جو ایک اہمیت رکھتا ہے ایک اکائی رکھتا ہے۔ پس چاند سمندر کی سطح پر اور طرح اثر دکھا رہا ہے اور سمندر کی تہہ میں جو پانی لگا ہوا ہے اس پر نسبتاً کمزور اثر دکھا رہا ہے اور یہ فاصلے ایک اہمیت اختیار کر جاتے ہیں۔ مگر سورج اتنا بلند ہے کہ اس کے مقابل پر یہ تھوڑے سے فاصلوں کے فرق بالکل مٹ جاتے ہیں کوئی حیثیت ہی نہیں رہتی آپ جتنی بلندی سے نیچے دیکھیں گے اتنا ہی یہ فاصلے مٹتے ہوئے دکھائی دیں گے۔ تھوڑی بلندی سے دیکھیں تو انسان اور موٹر کے درمیان گھوڑے اور انسان کے درمیان۔ درخت اور انسان کے درمیان نمایاں فرق دکھائی دیتے ہیں۔ اونچی عمارات اور چھوٹی عمارات اور انسانوں کے قدوں کے درمیان فرق دکھائی دیتے ہیں لیکن تیس چالیس ہزار کی بلندی پر چلے جائیں اگر نظر آئے تو سب ہموار دکھائی دیں گے۔ کوئی فاصلہ کوئی فرق دکھائی نہیں دے گا۔ پس یہ بھی حضوری کے ساتھ تعلق رکھنے والا مضمون ہے۔ اگر آپ خدا کے حضور حاضر ہو کر نماز ادا کر رہے ہیں تو آپس کے فاصلے کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ اس کو ربّ الاعلیٰ کہہ رہے ہیں تو اس کے حضور کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ فلاں مقام پر ہیں اور آپ کا بھائی فلاں مقام پر ہے۔ اور دنیا میں جو آپ کا فاصلہ ہے وہ خدا کے حضور بھی اُسی طرح دکھائی دینا چاہیئے۔ اس لئے ان فاصلوں کو مٹانا ادب سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔ ورنہ تکبر کا شیطان داخل ہوگا۔ ایک غریب آدمی پاس آ کر کھڑا ہوتا ہے اور کوئی اس خیال سے کہ میرے کپڑے صاف ہیں اس کے کپڑے گندے ہیں ایک طرف سمٹ جاتا ہے تو لازماً وہ متکبر ہے اور کسی متکبر کی نماز قبول نہیں ہو سکتی۔ وہ خدا کے سامنے ایک الگ دربار بنا رہا ہے۔ اگر خدا کی حضوری کا تصور ہو تو وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی۔ خواہ کیسا ہی گندا کوئی شخص کیوں نہ ہو اگر وہ نماز میں آکر ساتھ کھڑا ہو گیا ہے تو لازماً اس کے ساتھ جُڑنا پڑے گا لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ایک آدمی گندی حالت میں ہی نماز میں جایا کرے۔ یہ اُس کا تصور ہے جو اپنی جگہ ہے۔ کیونکہ ادب کا یہ بھی تو تقاضا ہے کہ جو کچھ صاف ستھرا میسر ہے وہ پہن کر جاؤ۔ سر پر ٹوپی پہننا یہ بھی ادب کا تقاضا ہے۔ کپڑوں کو صاف ستھرا رکھنا بھی ادب کا تقاضا ہے اور جن کو نماز میں یا مسجد میں ادب کی عادت ہو وہ پھر مسجد سے باہر بھی ایسے ہی رہتے ہیں۔ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کثرت سے روایات ملتی ہیں کہ سادگی تھی لیکن صفائی بھی بہت تھی۔ نظافت تھی۔ بدن بھی پاک رہتا تھا۔ کپڑے بھی صاف اور پاک رہتے تھے اور آج کل بزرگی کا جاہلانہ تصور یہ ہے کہ کپڑے میلے ہوں۔ گویا ہمیں دنیا کی پرواہ ہی نہیں ہم دنیا سے بے نیاز ہو چکے ہیں۔ خدا میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ حالانکہ پاک چیز میں ڈوبنے کے لئے پاک ہونا ضروری ہے۔ پس گندگی کا نیکی سے کوئی تعلق نہیں ہے بعض ایسے معاشرتی پس منظر ہوتے ہیں جن کی وجہ سے بعض عادتیں بگڑ جاتی ہیں وہ الگ مسئلہ ہے لیکن ایک انسان جس کو حضوری کا تصور ہو وہ ہمیشہ صاف ستھرا ہو کر مسجد میں جائے گا اور وضو بھی یہی سکھاتا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ** (اعراف: ۳۲) کہ مسجدوں میں جایا کرو تو اپنی زینتیں لے کر جایا کرو۔ زینت کا ایک مطلب تو ہمیشہ میں بیان کرتا ہوں کہ تقویٰ ہے کیونکہ لباس کے تعلق میں بھی خدا تعالیٰ نے تقویٰ کے پہلو سے جواب دیا ہے۔ فرماتا ہے۔ لِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ لباس کے متعلق تم سوچتے ہو کہ کون اسلامی، کونسا غیر اسلامی، کون مناسب، کونسا غیر مناسب۔ تو ہمیشہ یاد رکھو کہ لباس التقویٰ ذالک خیر۔ تمہیں تقویٰ کا لباس پہننا چاہیئے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے لباس میں تقویٰ کے خلاف کوئی چیز نہیں ہونی چاہیئے۔ پس ایسی زینت۔ جو تکبر پر منتج ہو جائے مثلاً اس شان کا لباس جو نماز میں حائل ہو۔ یہ بھی تقویٰ کا لباس نہیں کہلائے گا۔ چنانچہ اسی کی روشنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز میں اپنے لباس نہ درست کیا کرو اگر تم اس خیال سے اپنے لباس ٹھیک کرو گے کہ پتلون کی کریز نہ خراب ہو جائے۔ یا کسی کروٹ پر بیٹھنے سے شلوار کی کریز نہ خراب ہو جائے تو تمہارا لباس "لباس التقویٰ" نہیں رہے گا۔ تم خدا کے حضور حاضر ہوئے ہو اور خدا کے حضور حاضر ہو کر ایسی حرکتیں کرنا جس سے تمہیں اپنے دکھاوے کا خیال رہے یہ لباس کی نظافت کی روح کے خلاف ہے۔ پس دیکھیں بظاہر دو متضاد چیزیں ہیں لیکن متضاد نہیں۔ ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہیں۔ ایک طرف فرمایا اچھا صاف ستھرا لباس لے کر جایا کرو۔ لیکن دوسری طرف تقویٰ کا لباس بھی فرمادیا اور تقویٰ کے لباس میں یہ معنے آ گئے کہ تمہارا ظاہری طور پر نفیس اور ستھرے لباس میں ملبوس ہونا اچھی بات ہے مسجد میں جاؤ تو یہ زینت بھی لے کر جاؤ۔ لیکن یاد رکھنا کہ اگر تمہاری زینت تقویٰ کے خلاف ہو گئی تو ایک بالا اُصول پر تم ایک چھوٹے اصول کو قربان کر رہے ہو گے۔ اس خیال سے کہ میرے کپڑوں کی کریز خراب نہ ہو۔ ان میں بل نہ پڑ جائیں اگر تم خدا کی حضوری کو نظر انداز کرو گے تو تقویٰ پھٹ جائے گا اور تم ایک پھٹے ہوئے کپڑے میں خدا کے سامنے ہو گے۔ پس "لباس التقویٰ ذالک خیر" ہمیں بتاتا ہے کہ خُذُوا زِينَتَكُمْ پر اس آیت کریمہ کا بھی اثر ہے۔ اور زینت کے مضمون میں یاد رکھیں کہ زینت سے مراد ظاہری طور پر یہ ہوگی کہ ایسا لباس ہو جو آپ کے لحاظ سے زینت ہے۔ ایک غریب آدمی کی زینت بھی تو ہوا کرتی ہے اگر اُسے کسی بڑے آدمی کے سامنے حاضر ہونا ہو اور پھٹے ہوئے کپڑے بھی ہوں تو ان کو بھی وہ اگر ٹھیک کر کے یا گھر میں بیٹھ کر سی کر یا خود گھر میں ہی دھو کر پہنتا ہے تو اُس پہ کوئی حرف نہیں۔ اس کی زینت کامل ہے۔ چنانچہ صرف زینت نہیں فرمایا۔ خُذُوا زِينَتَكُمْ" فرمایا ہے جو تمہارے پاس اچھی چیز ہے وہ پہنا کرو۔ اور اس لحاظ سے بھی

امیر اور غریب کو برابر کر دیا

دونوں کے ساتھ یکساں حسن سلوک ہے۔ ایک آدمی کہہ سکتا ہے میرے پاس یہی زینت ہے میں یہی لے کے جاتا ہوں۔ اللہ کہے گا ٹھیک ہے۔ تمہاری یہی زینت قبول ہے۔ ایک امیر آدمی کے پاس زیادہ اچھی زینت کے کپڑے ہیں وہ وہ پہنے گا لیکن اگر اس میں تکبر آ جائے گا تو وہ زینت نہیں رہے گی۔ اگر وہ کپڑے اس کی عبادت میں مخل ہوں گے تو پھر وہ زینت نہیں رہے گی پس زینت

لے کر جانا ضروری ہے اور اپنی توفیق کے مطابق زینت لے جانا ضروری ہے کپڑوں کی باتیں ہو رہی ہیں۔ مجھے یاد ہے۔ جب ہم جامعہ احمدیہ میں پڑھا کرتے تھے تو اس وقت اندازہ ہوا کہ بعض غرباء کی کیا حالت ہے اور ان کے لئے ایک معمولی چھوٹا سا کپڑا بھی کتنی اہمیت رکھتا ہے۔ میرے ایک بھائی نے مجھے اپنی طرف سے لطیفہ سنایا مگر ویسے بڑی دردناک بات ہے۔ انہوں نے بتایا کہ سخت سردی میں ایک لڑکا بالکل ننگا باہر کھڑا تھا چھوٹا سا بچہ تھا۔ سر پہ ٹوپی پہنی ہوئی تھی۔ میں نے اُس سے کہا کہ اتنی سردی ہے تم بغیر لباس کے باہر آگئے ہو۔ تو ہنس کر کہنے لگا۔ "یہ ٹوپی جو پائی ہوئی ہے، کہ دیکھ نہیں رہے کہ میں نے ٹوپی پہنی ہوئی ہے۔ اب اُس بیچارے کی یہی زینت تھی۔ اور لباس بھی وہی تھا۔ اور اُس کو اہمیت دے رہا تھا۔ اُس پر خدا کا شکر ادا کر رہا تھا اور پوچھنے والے پر ہنس رہا تھا کہ تمہیں نظر نہیں آتا کہ میں ننگا نہیں ہوں میرے سر پر ٹوپی ہے تو "خذوا زینتکم عند کل مسجد" نے ہمیں یہ سبق دیا کہ جو کچھ میسر ہے وہ لے کر خدا کے حضور حاضر ہوا کرو۔ لیکن اچھی چیز صاف ستھری چیز لے کر جایا کرو اور تقوی کے لباس سے تمہارے لباس کا ٹکراؤ نہ ہو۔ ورنہ تم ننگے ہو جاؤ گے اور تقوی کے لباس کے بغیر خواہ کچھ بھی اوڑھا ہو گا تم خدا کے سامنے گویا ننگے بدن ہو گے

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق جو پتوں سے تن ڈھانپنے کا ذکر ملتا ہے وہ یہی مضمون ہے۔ دراصل استغفار سے وہ اپنے بدن کو ڈھانپ رہے تھے۔ جاہل سمجھتے ہیں کہ ننگے ہو رہے تھے۔ اور پتوں سے ڈھانپ رہے تھے۔ خدا کو پتوں کے پیچھے نظر نہیں آتا تھا؟ کیسی جاہلانہ بات ہے۔ اپنے دل کی جہالت حضرت آدمؑ کی طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ وہ استغفار تھا اور اس کوشش کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اُس سے حسن سلوک کیا۔ اُسے معاف فرما دیا۔ یہ تو نہیں کیا کہ ہم نے اسے جوڑا دے دیا کہ اچھا یہ پہن لو۔ کوئی بات نہیں۔ پتوں میں کیوں چھپتے ہو تو یہ مضامین روحانی کلام کی اصطلاحوں میں ہیں اور روحانی اصطلاحوں کو سمجھ کر ہی ان کے مضامین سمجھ آتے ہیں پس جو بھی مسجد میں آئے بچہ ہو یا بڑا ہو اُس کو صاف ستھرا لباس لے کر آنا چاہیئے۔

اسی طرح میں نے ذکر کیا تھا کہ نظافت کے ساتھ نماز کا تعلق ہے۔ آپکو یہ حکم ضرور ہے کہ خواہ کوئی تیرے ڈکار لے رہا ہو، خواہ وہ اچھے ڈکار لے رہا ہو یا نہ لے رہا ہو اُس سے الگ کھڑے نہیں ہونا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا کہ تم ہم پر گندے ڈکار نہ پھینکا کرو لیکن اس کے باوجود ساتھ جُڑ کر کھڑے ہونے کا حکم اپنی جگہ پر قائم رہا۔ تو یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کے اندر صفائی کا جذبہ نہ رہے۔ اُس جذبے کے باوجود خدا کے احترام کا جذبہ اتنا غالب ہو کہ اپنی طبعی نفاستوں اور نظافتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے خدا کے ادب کے تقاضوں کو اپنے سر پہ ہمیشہ قائم رکھیں اور انہی کے حقوق اس وقت ادا کیا کریں۔ پس خدا کی خاطر بعض دفعہ بدبو بھی سونگھنی پڑتی ہے۔ بعض اور بیہودہ حرکتیں مسجد میں ہو جاتی ہیں وہ بھی برداشت کرنی پڑتی ہیں، بعض ایسی حرکتیں ہوتی ہیں کہ غصہ بھی برداشت کرنا پڑتا ہے مگر اس کے باوجود مل جل کر بیٹھنا جس کا حکم دیا گیا ہے اور ساتھ جڑ کر کھڑے ہونا۔

ایک اور بات آپ کے سامنے رکھنی ضروری ہے۔ جو مجھے یاد ہے کہ بعض دفعہ قادیان میں بھی اور ربوہ میں بھی اس خیال سے کہ اگر اکیلا ہو تو جماعت نہیں ہوتی ایسا شخص جو نماز میں دیر سے آتا تھا اور اگلی صف مکمل ہو جاتی تھی وہ آگے سے ایک آدمی کو گھسیٹ کر پیچھے کر لیتا تھا اور اپنی نماز باجماعت بنانے کی خاطر اس کو اپنے ساتھ کھڑا کرتا تھا اور کئی بزرگوں کو بھی میں نے دیکھا کہ اُن کی تائید اس کو حاصل تھی۔ میں نے جہاں تک غور کیا ہے۔ میرے علم میں نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا حکم دیا ہو میں سمجھتا ہوں کہ یہ استنباط کیا گیا ہے لیکن میں نے بہرحال علماء کو متوجہ کیا ہے اور ربوہ میں تو ہمارے بزرگ علماء اس وقت براہ راست میری یہ بات سن رہے ہیں وہ یہ نوٹ کر لیں اور تلاش کریں کہ کیا واقعۃً حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ تم اپنی نماز باجماعت بنانے کی خاطر باجماعت نماز میں خلل پیدا کر دیا کرو۔ میں نہیں مان سکتا اگر مل گئی تو سر تسلیم خم کرنا ہو گا۔ پھر میری سوچ یقیناً غلط ہے لیکن مجھے یہ خیال ہے کہ غالباً ایسا نہیں ہو گا۔ کیونکہ ایک شخص کی باجماعت نماز بنانے کی خاطر پوری صف پر اثر پڑتا ہے اور خلل واقعہ ہو جاتا ہے اور یہ حکم یقیناً بہت زیادہ واضح اور غالب اور قوی ہے کہ درمیان میں فاصلے نہ ہوں۔ اگر آپ آگے سے گھسیٹ کر کسی کو پیچھے کرتے ہیں تو ایک فاصلہ پیدا کرتے ہیں پس اگر دو باتوں میں تضاد دکھائی دے تو یقیناً ایک حدیث ضعیف ہو گی سوائے اس کے کہ کوئی دلوں کو اور عقلوں کو مطمئن کرنے والا حل بھی ساتھ تجویز کیا جائے۔ پس اور باتوں کو چھوڑ یئے۔ صرف میرے نفس کی بات نہیں وہ حدیث مجھے یہ پیغام دیتی ہے کہ دوسری حدیث اگر حدیث پر مبنی بات ہے تو اس میں ممکن ہے کوئی فرق ہو کوئی ضعیف بات ہو، کسی نے اپنے خیال کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کر دیا ہو لیکن دل نہیں مانتا کہ صف کی صف پر ایک انسان اپنی نماز کو باجماعت بنانے کی خاطر خلل پیدا کر دے

جب ایسا واقعہ ہوتا تھا تو ہر شخص کو پھر سرکنا پڑتا تھا اور تھوڑا تھوڑا قدم کر کے آپس میں سمٹتے تھے اور ایک شخص کے متحرک ہونے سے ساری صف اس طرح متحرک ہو جاتی تھی جس طرح اینٹوں کی قطاروں کی کھیل ہوتی ہے۔ بچے اینٹیں کھڑی کر دیا کرتے تھے اور ایک اینٹ پھینکو تو دوسری پر گرتی، دوسری تیسری پر گرتی اور اس طرح وہ گرتی چلی جاتی تھیں حالانکہ ایک اور حدیث میں

حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی

کہ نمازی کے آگے سے نہیں گزرنا۔ وہ اپنی جگہ کھڑا ہے اور آپ کا بدن اس سے مَس نہیں کرتا لیکن اس کے باوجود سامنے سے گزرنے کی اجازت نہیں بعض حدیثوں میں تو یہاں تک آیا ہے کہ اگر اتنے دن بھی کھڑا ہونا پڑے یعنی اس بات کی اہمیت کو واضح کرنے کی خاطر فرمایا کہ اگر اتنے دن بھی کھڑا ہونا پڑے تب بھی تم نے آگے سے نہیں گزرنا۔ مراد یہ ہے کہ ایک سجدے کا جو فاصلہ ہے وہ نمازی کا اپنا حق ہے اس کی سر زمین ہے اس کے اور خدا کے درمیان اُس زمین میں کسی کو حائل ہونے کا حق نہیں ہے۔ بہت ہی پیارا اور بڑا گہرا پُر معانی حکم ہے۔ اب ایک طرف تو نمازی کی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ قائم رکھنے کے لئے یہ ارشاد ہو اور دوسری طرف ہر آنے والا جب صفوں کو مکمل دیکھے تو ساری صفوں میں خلل پیدا کر دے۔ اور توجہ کو بکھرا دے میرا دل تو یہ نہیں مانتا مگر میرے دل کی بات کیا ہے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قطعی حکم ایسا مل جائے جو حدیثوں کے اس ظاہری تضاد کو بھی دُور کر دے تو لازماً سر تسلیم خم ہو گا لیکن جب تک یہ ثبوت نہ مل جائے۔ میں سمجھتا ہوں اس میں احتیاط کرنی چاہیئے۔ اور نمازی کو خدا کی طرف توجہ میں کسی صورت میں بھی خلل پیدا نہیں کرنا چاہیئے۔ تبھی مسجد میں سرگوشیاں بھی منع ہیں اور کئی قسم کی حرکات جیسے بچے کرتے ہیں کہ دوڑنے پھرنے لگ گئے کھیلنے کودنے لگ گئے یہ تمام آداب مساجد کے خلاف ہیں۔

آداب مساجد کے سلسلے میں یہ بات آپ اچھی طرح یاد رکھیئے کہ ہمارا سارا نظام زندگی آداب مساجد سے متاثر ہوتا ہے باجماعت نماز میں جو زور ہے اس میں یہ بہت بڑی حکمت ہے۔ کیونکہ تمام اسلامی معاشرے اور نظم و ضبط کی تصویر ہے جو باجماعت نماز میں کھینچی جاتی ہے۔ پس آداب مساجد کے ساتھ باجماعت نماز کے بھی کچھ آداب ہیں اُن کو بھی آپ کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ اُن میں حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ جب امام تلاوت کر رہا ہو تو جو نمازی پیچھے کھڑے ہوں وہ پیچھے پیچھے ایسی آواز میں تلاوت نہ کیا کریں کہ جس کے نتیجہ میں امام کے اوپر بھی اثر پڑتا ہے اور اس کی تلاوت اور توجہ میں خلل واقعہ ہوتا ہو چنانچہ اسی پر فقہا نے یہ مسئلہ بنایا ہے کہ جن نمازوں میں اونچی قرأت ہے وہاں نمازیوں کو خاموشی سے سننا چاہیئے۔ لیکن اس کے علاوہ اور بہت سے احکام ہیں جن کا اجتماعی زندگی سے تعلق ہے، اجتماعیت

سے تعلق ہے مثلاً اگر نماز میں امام غلطی کرتا ہے تو نمازی کا یہ کام نہیں ہے کہ اپنی نماز میں اس غلطی کی اصلاح خود کر لے بہت ہی اہم اور گہرا حکم ہے اس میں

امام کی اطاعت

کا ایک بہت ہی گہرا اور قوموں کو زندہ رکھنے والا راز بیان فرمایا گیا ہے۔ امام تمہارا لیڈر بنایا گیا ہے اس کے پیچھے تم نے چلنا ہے۔ وہ خدا کے حضور حاضر ہے خدا کے ادب کے تقاضے پورے کر رہا ہے اور اس سے کوئی بشری غلطی ہو جاتی ہے تو اگر کوئی انسان اس بشری غلطی پر اس سے اپنا تعلق توڑ لیتا ہے تو امام سے ہی نہیں خدا سے تعلق توڑتا ہے کیونکہ جس کو امام بنا لیا جائے وہ خدا کے حضور تمہاری نمائندگی کر رہا ہے۔ اس لئے بظاہر یہ عجیب بات ہے کہ غلطی کا پتہ ہے پھر بھی کر رہے ہیں لیکن یہی حکم ہے۔ اور اتنا واضح ہے کہ تمام عالم اسلام میں فقہی اختلافات کے باوجود اس بارے میں ایک ذرہ بھی کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا سنی۔ شیعہ سارے اس بات پر متفق ہیں کہ اگر امام سے غلطی ہو جائے اور امام غلطی درست نہ کرے تو تمام مقتدیوں کا کام ہے کہ بلا چون وچرا اس غلطی میں اس کی متابعت کریں۔ اس موقعہ پر اس کو کیا کہنا چاہیئے کس طرح کہنا چاہیئے، اس کے متعلق فرمایا: سبحان اللہ پڑھو اب یہ سبحان اللہ پڑھنا خود ایک بہت ہی گہرا عارفانہ حکم ہے۔ جس پر غور کریں تو طبیعت عش عش کر اٹھتی ہے۔ سبحان اللہ کا مطلب ہے صرف اللہ غلطی سے پاک ہے۔ ایک طرف امام کو یہ پیغام مل گیا کہ اس سے کوئی غلطی ہو گئی ہے۔ یہ بتایا گیا کہ ہم تمہاری غلطی تو سمجھ گئے ہیں لیکن تمہیں نیچی نظر سے نہیں دیکھ رہے۔ ہم تمہیں کسی لحاظ سے بھی تخفیف کی نظر سے نہیں دیکھ رہے۔ ہمیں یہ تربیت دی گئی ہے کہ صرف خدا ہے جو غلطی سے پاک ہے۔ پس کتنے ادب اور احترام کے ساتھ ایک غلطی کرنے والے امام کی غلطی کی طرف اُسے متوجہ فرمایا گیا ہے۔ اور دوسرا پیغام سبحان اللہ خود اس انسان کو دیتا ہے جس نے غلطی پکڑی ہے اور اس میں دو پیغام ہیں۔ ایک یہ کہ تم سمجھتے ہو کہ اس نے غلطی کی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تم غلطی پر ہو۔ اس احتمال کو نظر انداز نہ کرنا کیونکہ صرف اللہ غلطی سے پاک ہے۔ چنانچہ مجھے یاد ہے میں بھی بعض دفعہ نماز میں بھولتا ہوں تو بعض مجھ سے زیادہ بھولنے والے مجھے غلط یاد کرا دیتے ہیں اور اس جگہ سبحان اللہ کہتے ہیں جہاں سبحان اللہ تو ہے ہی لیکن میں نے کوئی غلطی نہیں کی ہوتی پھر بعد میں میں ان کو سمجھاتا ہوں تو دیکھیں۔ سبحان اللہ کیسا پیارا کلام ہے غلطی کی اصلاح کا کیسا پیارا انداز ہے پڑھنے والے انسان کو بھی اس سبحان اللہ سے یہ پیغام ملتا ہے کہ تم اصرار نہ کرنا کہ تم ضرور درست ہو۔ تم سے بھی غلطی ہو سکتی ہے۔ اور دوسرا پیغام یہ ہے کہ تم بھی تو غلطی کر سکتے ہو۔ اگر اس سے ہو گئی تو کیا فرق پڑتا ہے یعنی سچ مچ کی غلطی ہو تب بھی انکساری کا پیغام ہے۔ اور پہلی بات کا ثبوت یہ ہے کہ ہو سکتا ہے تم غلط ہو کا ثبوت یہ ہے کہ جب امام درستی نہ کرے تو اس وقت الگ ہونے کا حکم نہیں ہے۔ ایسے شخص کا فرض ہے کہ بغیر مزید شور مچائے وہ اس کی متابعت کرے چنانچہ بعض دفعہ نماز میں جو عجیب سی حرکتیں ہوتی ہیں ان کی اصلاح کے لئے میں یہ تفصیل بیان کر رہا ہوں کسی امام سے غلطی ہوئی ہے تو ایک صاحب سبحان اللہ سبحان اللہ کہے جاتے ہیں حالانکہ صرف اشارہ کافی ہے وہ بھی نرم زبان میں۔ جو قریب ہے پہلے اس کا فرض ہے اور اگر اس سے دور کے آدمی نے غلطی پکڑی ہے تو وہ وہاں سے سبحان اللہ کہے لیکن تشدد کے معنوں میں نہیں جیسے چوٹ مار کے کوئی کہتا ہے بلکہ عجز کے ساتھ انکسار کے ساتھ، اپنے مقام کو پہچانتے ہوئے سبحان اللہ سے اُسے یاد کرائے کہ آپ سے کوئی غلطی ہو گئی۔

اگر غلطی ہو جائے تو پھر بعد میں کیا ہوتا ہے؟ اس سلسلے میں مجھ سے لندن میں ایک سوال کیا گیا تھا۔ ایک بچی نے سوال کیا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا جواب آپ کے سامنے بھی آنا چاہیئے انہوں نے کہا کہ ایک امام سے غلطی ہو جاتی ہے تو وہ سجدہ سہو کرے گا۔ اس میں دو باتیں ہیں کہ اس کے سجدہ سہو میں کچھ لوگ تو ہیں جو اس کے ساتھ شروع میں شامل تھے وہ تو سجدہ سہو میں شامل ہو جائیں گے لیکن جو بعد میں آئے اور انہوں نے اپنی نماز جاری رکھی ہے اُن کے لئے کیا حکم ہے؟ اُن کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ اس وقت بھی امام کی متابعت سے نہیں نکلے اور جب امام سجدے میں جاتا ہے تو وہ نماز کی کسی بھی حالت میں ہوں، خواہ وہ قیام کی حالت میں ہوں خواہ وہ رکوع کی حالت میں ہوں اپنی الگ نماز پڑھ رہے ہیں لیکن امام کی متابعت میں وہ دو سجدے ضرور کریں گے۔ ایک تو یہ بات یاد رکھیئے۔ دوسرے یہ کہ انہوں نے کہا اگر مقتدی سے کوئی غلطی ہو جائے۔ مثلاً میں آپ کے پیچھے نماز پڑھ رہی ہوں اور مجھ سے کوئی غلطی ہو جائے تو میں اپنے دو سجدے کروں گی؟ اس کا جواب ہے ہرگز نہیں۔ تمہاری غلطیاں امام کے تابع خدا کی حفاظت میں آجاتی ہیں۔ جب جماعت کے طور پر نماز پڑھ رہے ہو تو وہاں جماعت کا حکم لگے گا۔ اور انفرادیت غائب ہو جاتی ہے جہاں امام کے نماز سے فارغ ہو جانے کے بعد جو باقی رکعتیں ہیں اُن میں اگر کوئی غلطی ہے تو اس میں سجدہ سہو کرنا چاہیئے کیونکہ وہ ایسی نماز ہے جو ایک لحاظ سے امام کے تابع ہے اور ایک حصہ اُس کا امام کے بعد شروع ہوتا ہے۔ پس اس حصے پر جہاں امام اثر انداز ہو گا وہاں مقتدی ضرور اثر انداز ہو گا یعنی سجدہ سہو وہ کرتا ہے تو آپ کو بھی کرنا پڑے گا لیکن جس حصے پر امام اثر انداز نہیں ہو رہا اور آپ غلطی کر رہے ہیں، وہاں آپ کو اس غلطی کا سجدہ سہو الگ کرنا چاہیئے۔

عورتوں کے لئے جو حکم ہے کہ وہ سبحان اللہ نہیں کہیں گی بلکہ تالی بجائیں گی۔ میں اس سلسلے میں پہلے کئی دفعہ بتا چکا ہوں کہ اس میں یہ حکمت ہے کہ عبادت میں خلل واقع نہ ہو۔ خدا کی حضوری کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو جائے۔ پس عورتوں کے لئے اور مردوں کے لئے نمازوں میں علیحدگی کا جو حکم ہے اس پر بھی حضوری اثر انداز ہوتی ہے۔ اگر خدا کے حضور حاضر ہو رہے ہیں تو کوئی دنیاوی رشتے اور دنیاوی کششیں اس خدا کے حضور حاضر ہونے کے احترام میں دخل انداز نہیں ہونی چاہئیں۔ اگر ایک عورت آپ کے ساتھ کھڑی ہے یعنی عموماً نمازوں میں ایک طرف عورت کھڑی ہے اور دوسری طرف مرد ساتھ کھڑا ہے تو عورتوں کے اپنے انداز ہیں۔ ان میں کششوں کی بھی مختلف کیفیتیں ہیں ہر انسان تو ایک جیسا نہیں ہوتا۔ اس لئے بالکل بعید نہیں کہ وہ لوگ جن کے نفسوں میں کمزوریاں پائی جاتی ہیں کوئی آزمائشوں میں مبتلا ہو جائے اور ساتھ کھڑی ہوئی عورت کا احساس اس کی عبادت میں مخل ہو اور وہ خدا تعالیٰ کی حضوری کا تصور چھوڑ کر اس عورت کی حضوری کے تصور میں نماز پڑھتا چلا جائے اس لئے عورت آواز دیتی ہے تو اس کی آواز میں بھی ایک خاص کشش ہوتی ہے اور بعض دفعہ پہچانی بھی جاتی ہے کہ کون ہے پس اس لئے تالی کی آواز تو ایک ایسی آواز ہے کہ جس میں کوئی انفرادیت نہیں۔ ہر تالی تالی ہی ہے۔ پس امام کو صرف یہ پتہ لگ جائے کہ کچھ ہوا ہے اور وہ سوچے تو پھر اس کے نتیجہ میں جو کوئی باقی احکامات ہیں وہ جاری ہوں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر موقع کے لئے بڑی تفصیلی نصیحتیں فرمائی ہیں اُن نصیحتوں پر عمل کرنے سے ہماری عبادتیں سج جائیں گی۔ اُن میں خلا نہیں رہیں گے۔ اُن میں خدا تعالیٰ کے تصور کی اہمیت دن بدن قائم ہوتی چلی جائے گی اور وہ تصور ہماری زندگیوں پر غالب آتا چلا جائے گا۔

بعض اور احکامات اسی سے تعلق رکھنے والے ہیں (میں کچھ حدیثیں نقل کر کے ساتھ لایا تھا اگر کوئی بات میرے بیان کرنے سے رہ گئی ہو تو میں دیکھتا ہوں شاید ان میں ذکر مل جائے۔ ہاں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا مسجدوں میں خرید و فروخت کی بات۔ کوئی نہیں کرنی صرف خدا سے سودے ہیں۔ انسانوں سے سودے یہاں بند ہو جانے چاہئیں مسجد کو ہر قسم کی گندگی سے پاک اور صاف رکھنا چاہیئے۔ اسی لئے حکم ہے کہ عورتیں جب اُن ایام ہوں احتیاط کریں۔ کیونکہ یہ احتمال ہے کہ کوئی قطرہ مسجد پر لگ جائے یا گند گر جائے اس لئے ان کو فرمایا گیا ان دنوں میں مسجد میں نہ آئیں۔

مسجد کی صفائی

کے متعلق اتنی اہمیت ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور آپ کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ دونوں کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور قرآن کریم میں اس کا ذکر محفوظ فرمادیا کہ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ : میرے گھر کو تم دونوں مل کر صاف رکھا کرو اسی طرح مسجد کی صفائی کو اتنی اہمیت دی کہ وہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے تمام دنیا اور آئندہ نسلوں کے لئے امام بنائے گئے تھے اُن کو اور حضرت اسماعیلؑ کو جو خود نبی اللہ تھے فرمایا کہ آنے والوں کے خیال سے، عبادت کرنے والے اعتکاف بیٹھنے والے اور مسجد کا طواف کرنے کی غرض سے آنے والوں کے لئے تم دونوں اس مسجد کو صاف کیا کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مسجد کی صفائی سے بہت پیار تھا اور اس واقعہ سے آپ کو اندازہ ہو گا کہ بڑی محبت کی نظر سے ان لوگوں کو دیکھتے تھے جو مسجد کی صفائی کیا کرتے تھے۔ ایک ایسی خاتون جس کی سوسائٹی میں کوئی قدر نہ ہو۔ وہ عام لونڈی ہو اور اپنی ظاہری شکل صورت میں یا مالی لحاظ سے ایسی غربت میں ہو کہ اُس کی کوئی قدر قیمت نہ ہو اُس کے لئے مسجد کی صفائی میں ہی عزت ہے۔ اگر اور کچھ نہیں کر سکتی تو مسجد ہی صاف کرے اور اُسے اُس کو کتنی عزت مل سکتی ہے اس کا حال میں آپ کو بتاتا ہوں حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک ایسی عورت جو دنیا کی نظر میں قابل قدر نہیں تھی وہ مسجد صاف کیا کرتی تھی دو تین دن نظر نہ آئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ عورت کہاں گئی، دکھائی نہیں دی۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! وہ تو فوت ہو گئی ہے اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سخت بے چین ہوئے کہ فوت ہو گئی تھی تو مجھے کیوں نہ بتایا۔ اسی وقت اُس کی قبر پر تشریف لے گئے۔ اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اُس پر دعا کی، تو دیکھیں کہ ایک عام خاتون جس کو دنیا کی نظر میں بھی کوئی مقام حاصل نہیں تھا وہ مسجد کی صفائی سے اتنا بلند مقام حاصل کر گئی کہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں میں اُس نے مقام بنا لیا۔ اور جس نے حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں میں مقام بنایا ہے اُس نے یقیناً خدا کی نظروں میں مقام بنایا ہے، تو صفائی کو معمولی نہ سمجھیں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی مثال کو بھی پیش نظر رکھیں اور پھر اس واقعہ کو پیش نظر رکھیں جو آپ کے سامنے رکھا ہے۔ مسجد کو صاف کرنا چاہیئے۔ اگر کوئی خاندان مل کر کبھی کبھی مسجد کی صفائی کا پروگرام بنائیں تو اس سے خدا والوں کی نظر میں ان کی عزت اور ان کا احترام بڑھے گا اور خدا کی نظر میں بڑھے گا۔

پھر مسجد میں کوئی ایسی حرکت نہیں کرنی چاہیئے جس سے مسجد میں گندگی پیدا ہوتی ہو۔ جوتوں کو اتارنے کا جو حکم ہے اس کا اسی سے تعلق ہے۔ لیکن یہ تو نہیں کہ جوتے باہر رکھ دیئے جائیں اور کپڑے اتنے غلیظ ہوں یا کوئی ایسی بیماری ہو جس سے مسجد گندی ہوتی ہو۔ مثلاً بعض لوگوں کو میں نے دیکھا ہے کہ ماتھے پر ایگزیما ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ ان کے ہاتھوں پر یا چہرے پر ناسور رستے ہیں لیکن وہ اس بات کا ذرا خیال نہیں کرتے کہ وہ دوسرے نمازیوں کے لئے تکلیف کا موجب ہی نہیں بنیں گے بلکہ بنیادی طور پر اُن میں بیماریاں پھیلانے کا موجب بھی بنیں گے یعنی نفسیاتی تکلیف ہی نہیں بلکہ عملاً بیماریاں پھیلانے کا موجب بنیں گے اور مسجد کو گندا کرنا اپنی ذات میں ایک گناہ ہے ایسے لوگوں کا فرض ہے کہ اگر انہوں نے مسجد آنا ہے تو اپنا کپڑا لے کر آیا کریں موٹی تہہ والی اپنی جائے نماز ساتھ لایا کریں جس کے نتیجے میں مسجد کے فرش کے گندے ہونے کا کوئی احتمال نہ ہو۔ ایسے لوگوں کو یہ بھی تاکید ہے (جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ مسجد سے جو سبق سیکھیں اپنی زندگی میں جاری کیا کریں) کہ اگر ہاتھوں میں کوئی ایسی بیماری ہے تو پھر وہ مصافحہ نہ کیا کریں۔ بہت مدتیں ہو گئیں میرے پاس لوگ علاج کے لئے آتے ہیں اور ایسے مریضوں کو تو خاص طور پر شوق ہوتا ہے کہ پہلے مصافحہ کریں بعد میں بتائیں کہ ہمارے ہاتھ میں یہ گندی بیماری ہے اور بعض دفعہ وہ پہلے اپنے زخم دکھاتے، ہاتھ لگاتے، اُن کو چھیڑتے اور پھر ایکدم السلام علیکم کہہ کر مصافحہ کے لئے ہاتھ آگے بڑھا دیتے ہیں۔ آدمی مجبور ہوتا ہے ورنہ ان کی دل شکنی ہو گی لیکن وہی مضمون ہے جو مسجد میں آپ نے سیکھا کہ اپنے انکسار کی خاطر ایک گندے آدمی کو بھی برداشت کرو۔ تکبر سے اس کا ہاتھ نہ جھٹکو لیکن اس گندے آدمی کا یا بیمار آدمی کا اپنا بھی تو فرض ہے۔ اس کا بھی تو سوسائٹی پر کوئی حق ہے اسے چاہیئے کہ وہ ان چیزوں سے احتراز کرے اور مسجد کی پاکیزگی کی خاطر اگر مسجد میں آنا فرض ہے تو پھر وہ ضرور اپنا کپڑا اور اپنی حفاظت کا سامان ساتھ لایا کرے جو

شائستہ مہذب قومیں

ہیں ان میں یہ رواج ہے کہ وہ اپنی بیماریوں کو دوسروں تک نہیں پھیلاتیں آپ جاپان میں جائیں تو وہاں ہر آدمی نے جب اُس کو نزلہ ہوا ہو گا اپنے اوپر سفید کپڑا باندھا ہوتا ہے میں جب جاپان گیا تھا تو بعض لوگوں کو سفید کپڑے میں پھرتے ہوئے دیکھ کر تعجب ہوتا تھا یعنی اتنے حصہ پر سفید کپڑا باندھا ہوا تھا تو پتہ لگا کہ وہ نزلے کے مریض ہیں وہ نہیں چاہتے کہ ان کا نزلہ دوسروں کو لگے۔ لیکن یہ ادب مسجد نے سکھایا ہے کہ اپنی بدبو دوسروں تک نہ پہنچاؤ۔ جیسے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد میں پیاز کھا کر نہ آیا کرو۔ گند سے ڈکار نہ لیا کرو۔ نمازیوں کو اپنی تکلیف سے محفوظ رکھو۔ اس سبق کو مسلمانوں کو اپنی ساری زندگی پر جاری کرنا چاہیئے تھا۔ جیسا کہ میں نے دیکھنے کا مضمون بتایا اور نماز میں سکھایا اور عارف باللہ نے اس کو اپنی ساری زندگی جاری کر دیا۔ لیکن مسلمان نہیں کرتے اور غیر کرتے ہیں۔ اور خاص طور پر ہماری عورتوں میں تو یہ بیماری بہت ہی ہے کہ وہ اپنے بچوں کی بیماریاں دوسروں تک پھیلاتی چلی جاتی ہیں۔ کوئی پرواہ نہیں کرتیں۔ جلسے کے دنوں میں ایک دفعہ ایک خاتون اپنا بچہ لے کر آئیں جس کو سخت کالی کھانسی تھی اور عام کھانے کی میز پر اس کو بٹھایا ہوا تھا۔ وہیں سے وہ علاج کے لئے لے کر آئیں اُن سے میں نے کہا کہ آپ کے بچے کو کالی کھانسی ہے تو کہنے لگیں کوئی بات نہیں۔ جلسہ تو سننا ہی ہے میں نے کہا۔ جلسہ سننے کا یہ مطلب نہیں کہ دوسروں کو سننے کے لائق نہ رہنے دیں کالی کھانسی پھیلانے کا آپ کو کیا حق ہے۔ بعض عورتیں ہیں جو بچوں کو کا کڑا لا کڑا نکلا ہوا ہو اور منہ پر چھالے ابھی ہرے ہی ہوتے ہیں ان کو لے کر پھرتی ہیں اور بالکل پرواہ نہیں کرتیں کہ دوسرے بچوں کو لگے گی۔ پس مسجد سے جو آداب سکھائے ہیں وہ جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا تھا آپ کی ساری زندگی پر حاوی ہیں۔ ان آداب کو مسجد میں قائم کر دیں اور ان کے فلسفے سے اپنی نسلوں کو خوب اچھی طرح آگاہ کریں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسجد سے تعلق رکھنے والی قوم دنیا کی سب سے عظیم اور متمدن قوم ہو گی۔ کیونکہ اس قوم کو خدا اور اس کے رسولؐ نے آداب سکھائے ہیں کوئی دنیا کی قوم آپ کے پاسنگ کو نہیں پہنچ سکتی اعلیٰ درجے کے اخلاق اور اعلیٰ درجے کے اصولِ معاشرت ہیں اور نظام جماعت کے حقوق کے تعلق میں جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے ہمیں مسجد میں سکھا دیا ہے وہ آپ کی ساری زندگی پر حاوی ہو گا۔ اور دنیا کی بہتر ین قوم تو آپ ہی ہیں۔ اور ہمیشہ دنیا کی بہترین قوم رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ☆

ایک عظیم واقعہ

قرآن پاک اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کیمطابق آخری زمانہ میں حیرت انگیز ایجادات ہونی تھیں ان میں سے مواصلاتی انقلاب بھی اور سفروں کو آسان کرنا بھی مقصود تھا چنانچہ اس دور میں پہلے ریڈیو آیا پھر ٹیلی ویژن آیا اور ترقی کرتے کرتے اب ڈش اینٹینا کی ایجاد ہوئی ہے جس سے ہر ایک اپنی ضرورت اور پسند کے مطابق فائدہ اٹھا رہا ہے مگر سب سے صحیح اور اعلیٰ فائدہ عالمگیر جماعت احمدیہ نے اٹھایا ہے خصوصاً پاکستان کے احمدیوں نے جہاں سے الٰہی تقدیر کے مطابق امام وقت کو چھوڑ کر ہجرت کرنی پڑی اور جدائی اور دوری نے فاصلہ بڑھا دیا مگر ڈش اینٹینا کے ذریعہ فاصلہ نہ صرف کم ہوا بلکہ مزید عشق اور محبت میں اضافہ ہوا آج ہم عالمگیر جماعت احمدیہ کے عالمگیر امام کی آواز سن رہے ہیں اور دیدار کر رہے ہیں۔

یہ تو اپنوں کی بات ہے مگر ایک اور اہم بات جو بہت غور طلب ہے وہ یہ کہ آج دنیا کے کسی ملک میں اس ملک کے رہنے والے لوگ اس ملک کے عوام اور خواص وہاں کے سربراہ اعلیٰ کی تقریر نہیں سنتے جو سنتے بھی ہیں وہ ڈیوٹی کے طور پر یا پھر علم کے طور پر جن کی تعداد سارے ملک کی آبادی کی چند فی صد ہوتی ہے اور پھر اس تقریر پر عمل نہیں ہوتا بلکہ تبصرہ اور تنقید کی جاتی ہے اور یوں بات ختم ہو جاتی ہے۔ یہ سلوک خواہ امریکہ کے صدر یا سعودی عرب کے بادشاہ یا برطانیہ کی ملکہ ہو سب کے ساتھ ہے کہ بہت ہی کم لوگ تقریر سنتے ہیں اور پھر عمل نہ ہونے کے برابر ہے اور ان کی تقاریر تو بہر حال عالمگیر نہیں ہوتیں بلکہ اپنے ملک تک محدود رہتی ہیں۔ لیکن اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کا جسقدر بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے اور اس کا بہت بڑا احسان ہے کہ آج عالمگیر جماعت احمدیہ کے عالمگیر امام سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطبہ جمعہ دنیا کے ۱۳۰ ممالک میں ہر جمعہ کو سنا جاتا ہے خواہ اُس ملک میں لاکھوں احمدی ہوں یا چند ایک کی تعداد ہو اور ہر ملک کا احمدی اس وجہ سے سنتا ہے کہ جو ارشاد اس کے امام نے دیا ہے اس پر جلد از جلد عمل کر سکے اور یہ سلوک روئے زمین میں بسنے والے کسی زندہ راہنما کے ساتھ نہیں ہے۔ ایسا کیوں نہ ہوتا یہ خدا تعالیٰ کی تقدیر ہے کہ آخری زمانہ میں تمام اقوام اور ممالک کے رہنے والے انسانوں کو خلافت احمدیہ کے ذریعہ امتِ واحدہ بنا دیا جائے گا۔ جس کا یہ زندہ ثبوت ہے اور آپ اس نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہم سب کو خلافت سے وابستہ رکھے اور اپنی رضا کی ہر راہ پر چلائے۔ آمین۔

(عبدالمالک نمائندہ الفضل لاہور)

شکریہ احباب اور درخواست دعا

خاکسار کی اہلیہ محترمہ عائشہ خاتون صاحبہ مرحومہ کے انتقال پر بہت سے بھائیوں اور بہنوں کی طرف سے تعزیت و ہمدردی کے خطوط ملے ہیں۔ جن کا فرداً فرداً جواب دینا خاکسار کے لئے ممکن نہیں لہذا بذریعہ اعلان ہذا ایسے تمام بھائیوں اور بہنوں کا دلی شکریہ ادا کرتے ہوئے دُعا کا خواستگار ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے انہیں جنت الفردوس میں بلندیٔ درجات سے نوازے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

(سید مجید عالم صدر جماعت احمدیہ خانپور ملکی (بہار))

بدر کی توسیع اشاعت و اعانت میں حصہ لیں (مینیجر بدر)

اصلاح و ارشاد کا ایک بابرکت آسمانی منصوبہ

وقفِ جدید

بانیٔ تحریک وقف جدید سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے احباب جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:-

"یہ کام خدا تعالےٰ کا ہے اور ضرور پورا ہو کر رہے گا میرے دل میں چونکہ خدا تعالیٰ نے یہ تحریک ڈالی ہے اس لئے خواہ مجھے اپنے مکان بیچنے پڑیں۔ کپڑے بیچنے پڑیں میں اس فرض کو تب بھی پورا کروں گا...... خدا تعالےٰ ان لوگوں کو الگ کر دے گا جو میرا ساتھ نہیں دے رہے اور میری مدد کے لئے فرشتے آسمان سے اتارے گا۔" (الفضل ۷ جنوری ۱۹۵۸ء)

اللہ تعالیٰ تمام افراد جماعت کے اموال میں غیر معمولی برکت عطا کرے آمین

نوٹ:- ایسی جماعتیں جو نومبر ۹۳ء تک چندہ وقف جدید کی مکمل ادائیگی کر دیں گی ان کے اسماء بغرض دُعا حضور انور کی خدمت میں پیش کئے جائیں گے انشاءاللہ۔

(ناظم وقف جدید)

پروگرام دورہ انسپکٹران و نمائندگان وقفِ جدید

جملہ جماعت ہائے احمدیہ بھارت کو مطلع کیا جاتا ہے کہ دفتر ہذا کے درج ذیل انسپکٹران و نمائندگان وقف جدید دورہ پر روانہ ہو رہے ہیں۔ متعلقہ جماعتوں کو بذریعہ خطوط اطلاع بھجوائی جا رہی ہے۔

سیدنا حضرت امیرالمؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے وقف جدید کا بجٹ سال رواں نمایاں اضافہ کے ساتھ منظور فرمایا ہے نیز حضور انور نے ایک موقعہ پر خطبہ جمعہ میں فرمایا کہ "ہندوستان میں وقف جدید کی غیر معمولی اہمیت سمجھی جانی چاہیئے۔" لہذا جملہ احباب جماعت و عہدیداران سے درخواست ہے کہ وہ اپنے اپنے وعدہ جات پر نظر ثانی کرتے ہوئے نمایاں اضافہ کے ساتھ چندہ وقف جدید کی ادائیگی کر کے اللہ تعالےٰ کے فضلوں و انعامات کو جذب کرنے والے ہوں۔ آمین۔

۱۔ مکرم سید صباح الدین صاحب برائے جنوبی ہند مورخہ ۶/۹/۹۳ تا ۱۷/۱۱/۹۳
۲۔ مکرم انور احمد ہاتف صاحب برائے صوبہ بہار ۶/۹/۹۳ تا ۲۹/۹/۹۳
۳۔ مکرم محمد عبدالحق صاحب برائے صوبہ بنگال اڑیسہ ۶/۹/۹۳ تا ۱۱/۱۱/۹۳
۴۔ مکرم منور احمد صاحب طاہر برائے صوبہ یو۔پی ۵/۱۰/۹۳ تا ۲۰/۱۱/۹۳
۵۔ مکرم رضوان احمد صاحب ملکانہ برائے جنوبی ہند ۲/۱۰/۹۳ تا ۳۰/۱۱/۹۳

ناظم وقف جدید قادیان

دعائے مغفرت

افسوس مکرم سید عبدالعزیز صاحب آف نیوجرسی امریکہ بعارضہ کینسر کچھ عرصہ علالت کے بعد مورخہ ۱۲ر جولائی کو صبح ۵ بجے وفات پا گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ نے اپنے پیچھے سوگوار بیوہ دو بچیاں اور ایک بچہ چھوڑے ہیں۔

مرحوم کی مغفرت بلندیٔ درجات نیز پسماندگان کے صبر جمیل کے لئے درخواست دعا ہے۔

(ڈاکٹر غلام ربانی درویش قادیان)

صفائی نصف ایمان ہے۔ (حدیث)

قسط نمبر ۲

زندہ خدا کا زندہ نشان

روس سے متعلق ایک اور اہم پیشگوئی

از مکرم مولانا محمد اسماعیل صاحب منیر سیکرٹری حدیقۃ المبشرین ربوہ

روس جس کے شہنشاہ "زار" کی حالت خدا تعالیٰ کی دی گئی خبر کے مطابق ۱۹۱۷ء میں ... ہو گئی ... اور یہ پیش خبری بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی گئی تھی۔ جو حضور کے اپنے الفاظ میں یوں ہے:۔

"۲۲ جنوری ۱۹۰۳ء کو میں نے کشفی حالت میں دیکھا کہ زار روس کا سونٹا میرے ہاتھ میں آ گیا ہے۔ وہ بڑا لمبا اور خوبصورت ہے۔ پھر میں نے غور سے دیکھا تو وہ بندوق ہے۔ اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ بندوق ہے بلکہ اس میں پوشیدہ نالیاں بھی ہیں۔ گویا بظاہر سونٹا معلوم ہوتا ہے اور وہ بندوق بھی ہے۔

(تذکرہ صفحہ ۴۷۹)

بظاہر تو عظیم روسی زار کے نظام شہنشاہیت کے خاتمہ پر اشتراکی نظام نے جگہ سنبھال لی اور ہزاروں سال پہلے حضرت حزقیل کی پیشگوئی کے مطابق اشتراکی نظام کے ذریعہ روس نے حقیقی یاجوج ماجوج کا لبادہ اوڑھ کر "مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ" (کہ وہ ہر طرف سے دنیا پر چھا جائیں گے) کا نظارہ دنیا کو دکھا دیا اور سرمایہ دارانہ نظام (CAPITALISM) کے لئے ایک زبردست چیلنج ثابت ہوا۔

اشتراکی نظام کا بانی کارل مارکس (۱۸۸۳ - ۱۸۱۸)

کارل مارکس جرمن یہودی النسل تھا۔ مگر مذہباً عیسائی تھا۔ جبر کے ساتھ اپنے مقصد حاصل کرنے کا مؤید تھا اور اقتصادی تغیرات حاصل کرنے کی بجائے سیاسی تغیرات سے آزادی حاصل کرنے کا حامی تھا۔ اس کا ماٹو تھا کہ اے دنیا کے مزدورو! (اے پرولتاری گروہ!) جتھہ بناؤ اور بورژوا گروہ (سرمایہ دار گروہ) پر حملہ کرو اور حکومت پر قبضہ کر لو۔

لینن

مختلف لوگوں میں سے جو کارل مارکس کی تعلیم کے مطابق منظم ہوئے۔ ایک لینن بھی تھا جو روس کا پہلا عامی ڈکٹیٹر تھا۔ لینن نے مارکس کے نظریات کو بعض تبدیلیوں کے ساتھ عملی شکل دی۔

مارٹوو

مارٹوو جو لینن کی طرح پارٹی میں مقتدر تھا۔ اس کا لینن سے اختلاف ہو گیا۔ چنانچہ دو پارٹیاں بن گئیں۔ جن میں ایک بالشویک اور دوسری منشویک۔

بالشویک = کثرت۔ (اکثریتی پارٹی)
منشویک = قلت (اقلیتی پارٹی)

چونکہ سرمایہ دارانہ نظام میں امیر امیر تر ہوتا ہے اور روپیہ کا ارتکاز چند ہاتھوں میں چلا جاتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں غریب غریب تر ہو کر ابتری کا شکار ہوتا چلا جاتا ہے اس تناظر میں کارل مارکس نے یہ پیشگوئی کی کہ سرمایہ دارانہ نظام میں مزدور کا معیار زندگی گرتا چلا جائے گا۔ کیونکہ سرمایہ داروں کو حاصل ہونے والا منافع بڑھتا جائے گا اور مزدوروں کی آمد کم سے کم ہوتی جائے گی اور پھر جدید مشینوں کے آنے سے لوگ آہستہ آہستہ بے روزگار ہوتے جائیں گے۔ مارکس نے یہ پیشگوئی بھی کی کہ آخر یہ مزدور متحد ہو کر اس سرمایہ دارانہ نظام کو تباہ کر دیں گے اور اس کی جگہ اشتراکی نظام آئے گا۔ اس نظام میں نہ مختلف طبقے ہوں گے اور نہ کوئی کسی کا استحصال کر سکے گا۔ تمام ذرائع پیداوار کی ملکیت عوام میں مشترک سمجھی جائے گی اور سب اپنے اپنے کام اور محنت کا معاوضہ حاصل کریں گے۔ لینن کا خیال تھا کہ مزدور از خود متحد ہو کر انقلاب نہیں لا سکتے۔ اس لئے انقلاب کا آغاز اور راہنمائی منظم انقلابی کرے۔ ۱۸۹۸ء میں لینن نے دوسرے مارکسی افراد کے ساتھ مل کر رشین سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی بنائی۔ ۷ نومبر ۱۹۱۷ء کی صبح کو بالشویک پارٹی نے Petrograd میں حکومت کی مرکزی عمارت پر قبضہ کر لیا۔ ایک نئی حکومت تشکیل دی گئی جس کی کابینہ SOVIET OF PEOPLES SOMMISSAR کہلاتی تھی۔ لینن اس کا چیئرمین تھا اور TROTSKY اس کا وزیر خارجہ تھا اب بالشویک انقلاب کا خواب شرمندہ تعبیر ہو چکا تھا۔ اور آہستہ آہستہ محنت کشوں اور فوجیوں کی تنظیمیں تشکیل پا چکی تھیں اور جیسے یہی حکومت کی انتظامیہ بنیں۔ یہ تنظیمیں SOVIETS کہلاتی تھیں۔

لینن کی وفات کے بعد سٹالن اشتراکی روس کا دوسرا ڈکٹیٹر بنا

مگر TROTSKY اور سٹالن کے درمیان ذاتی رقابت تھی جس بنا پر سٹالن TROTSKY کو پارٹی سے باہر نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔ دو سال بعد اسے ملک سے بھی نکال دیا گیا اور ۱۹۴۰ء میں اسے میکسیکو میں قتل کر دیا گیا۔ نیز ۱۹۳۶ء سے ۱۹۳۹ء تک سوویٹ یونین میں سٹالن کے ناپسندیدہ عناصر کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی بہت بڑی اور خوفناک کارروائی کی گئی جسے GREAT PURGE کہتے ہیں۔ لاکھوں لوگوں کو غائب کر دیا گیا۔ ماہرین اقتصادیات۔ مصنفین، اپنے پارٹی ممبرز، انجینئرز، سائنس دان اور اعلیٰ فوجی افسروں کو غلط الزامات کی بنا پر گرفتار کر کے قتل کرا دیا گیا۔ یا جبری مشقت کے لئے سائبیریا بھیج دیا گیا اور کمیونزم کی گرفت مضبوط تر ہوتی گئی

کمیونزم کے خاتمہ کی پیشگوئی

۱۹۴۵ء میں جب روسی کمیونزم دنیا پر قبضہ کرتی چلی جا رہی تھی، لاہور میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک لیکچر میں فرمایا

"چوبیس سال پہلے کی بات ہے۔ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا میدان ہے جس میں میں کھڑا ہوں۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عظیم الشان بلا جو ایک بڑے اژدہا کی شکل میں ہے، دور سے چلی آ رہی ہے۔ وہ اژدہا دس بیس گز لمبا ہے اور ایسا موٹا ہے جیسے کوئی بڑا درخت ہو۔ وہ اژدہا بڑھتا چلا آ رہا ہے اور ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے وہ دنیا کے ایک کنارے سے چلا ہے اور درمیان میں جس قدر چیزیں تھیں ان سب کو کھاتا چلا آ رہا ہے۔ یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے وہ اژدہا اس جگہ پر پہنچ گیا جہاں ہم ہیں۔ اور میں نے دیکھا کہ باقی لوگوں کو کھاتے کھاتے وہ ایک احمدی کے پیچھے بھی دوڑا۔ وہ احمدی آگے آگے ہے اور اژدہا پیچھے پیچھے۔ میں نے جب دیکھا کہ اژدہا ایک احمدی کو کھانے کے لئے دوڑ پڑا ہے تو میں ہاتھ میں سونٹا لے کر اس کے پیچھے بھاگا لیکن خواب میں میں محسوس کرتا ہوں کہ میں اتنی تیزی سے بھاگ نہیں سکتا جتنی تیزی سے سانپ دوڑتا ہے۔ چنانچہ میں اگر ایک قدم چلتا ہوں تو سانپ دس قدم کے فاصلہ پر پہنچ جاتا ہے۔

پھر ہما میں دوڑتا چلا گیا۔

یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ وہ احمدی ایک درخت کے قریب پہنچا اور تیزی سے اس پر چڑھ گیا۔ اس نے خیال کیا میں درخت پر چڑھ گیا تو اژدہا کے حملہ سے بچ جاؤں گا۔ مگر ابھی وہ درخت کے نصف میں ہی تھا کہ اژدہا اس کے پاس پہنچ گیا اور سر اٹھا کر اس کو نگل گیا۔ اس کے بعد وہ پھر واپس لوٹا اور اس غصہ میں کہ میں اس احمدی کو بچانے کے لئے اس کے پیچھے دوڑا تھا، اس نے مجھ پر حملہ کیا۔ مگر جب وہ مجھ پر حملہ کرتا ہے تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے قریب ہی ایک چارپائی پڑی ہے مگر وہ بنی ہوئی نہیں۔ صرف پٹیاں وغیرہ ہیں۔ جس وقت اژدہا میرے پاس پہنچا۔ میں کود کر اس چارپائی کی پٹیوں پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو گیا اور میں نے اپنا ایک پاؤں اس کی ایک پٹی پر اور دوسرا پاؤں اس کی دوسری پٹی پر رکھ لیا۔

جب اژدہا چارپائی کے قریب پہنچا تو کچھ لوگ مجھے کہتے ہیں کہ آپ اس کا مقابلہ کس طرح کر سکتے ہیں۔ جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ:-

لَا يَدَانِ لِاَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ

(کسی کے ہاتھوں میں ان سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں)

اس وقت مجھے محسوس ہوتا ہے کہ یہ سانپ کا حملہ دراصل یاجوج ماجوج کا حملہ ہے۔ کیونکہ یہ حدیث ان کے بارہ میں ہے۔ بسیوں ان کو یہ خیال بھی کرتا ہوں کہ یہ دجال بھی ہے۔ اتنے میں وہ اژدہا میری چارپائی کے قریب پہنچ گیا اور میں نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی شروع کر دی۔ اس دوران ان احمدیوں نے جنہوں نے مجھے مقابلہ سے منع کیا تھا اور کہا تھا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ یاجوج ماجوج کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکے گی۔ میں کہتا ہوں کہ۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ لَا يَدَانِ لِاَحَدٍ بِقِتَالِهِمَا۔ کسی کے پاس کوئی ایسا ہاتھ نہیں ہو گا جس سے وہ ان کا مقابلہ کر سکے۔ مگر میں نے اپنا ہاتھ مقابلہ کے لئے اس کی طرف نہیں بڑھائے بلکہ اپنے دونوں ہاتھ خدا کی طرف اٹھا دیئے ہیں۔ اور خدا کی طرف ہاتھ اٹھا کر فتح پانے کے امکان کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رد نہیں فرمایا۔

غرض میں نے دعا کرنی شروع کر دی کہ اے خدا مجھ میں تو طاقت نہیں کہ میں فتنہ کا مقابلہ کر سکوں۔ لیکن تجھ میں سب قدرت اور طاقت ہے۔ میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو اس فتنہ کو دور فرما دے۔ جب میں نے دعا کی تو میں نے دیکھا کہ آسمان سے اس اژدہا کی حالت میں تغیر پیدا ہونے لگا جیسے پہاڑی کیڑے پر نمک گرانے سے ہوتا ہے۔ اس کے نتیجے میں اس اژدہا کے جوش میں کمی آنی شروع ہو گئی اور آہستہ آہستہ اس کی تیزی بالکل کم ہو گئی۔ چنانچہ پہلے تو میری چارپائی کے نیچے گھسا۔ پھر اس کے جوش میں کمی آنی شروع ہو گئی۔ پھر وہ خاموشی سے لیٹ گیا۔ اور پھر میں نے دیکھا کہ وہ ایک ایسی چیز بن گیا جیسے جیلی ہوتی ہے اور بالآخر وہ اژدہا پانی ہو کر بہہ گیا اور میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا دیکھو دعا کا کیا اثر ہوا! بے شک میرے اندر طاقت نہیں تھی کہ میں اس کا مقابلہ کر سکتا۔ مگر میرے خدا میں تو طاقت تھی کہ وہ اس خطرہ کو دور کر دیتا۔

(اسلام کا اقتصادی نظام صفحہ ۱۲۶-۱۲۸ نظارت اشاعت ربوہ)

اب ۱۹۴۵ء میں جنگ عظیم دوم ختم تو ہو گئی مگر اس کے بعد مغرب اور مشرق کے درمیان سرد جنگ جاری ہو گئی۔ اس سرد جنگ کے دور میں سوویٹ یونین کے لوگوں نے بہت سی پابندیوں میں زندگی بسر کی۔ مغربی تہذیب و تمدن کے متعلق عوام کو بتایا گیا کہ وہ زوال پذیر ہے۔ سوویٹ تمدن کو سب سے اعلیٰ قرار دیا گیا۔ برطانیہ کے وزیر اعظم چرچل کے الفاظ میں سوویت یونین کے عوام اور مغربی دنیا کے درمیان ایک آہنی پردہ ڈال دیا گیا۔ جس کی ایک ظاہری نشانی دیوار برلن بن گئی۔ جس کا خاتمہ ۱۹۹۰ء میں ہو گیا ہے۔

چند اہم انکشافات

اسی زمانہ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے روسی کمیونزم کے بارہ اپنے لیکچر میں چند اہم انکشافات فرمائے تھے۔ مثلاً

۱۔ "لینن پہلا ڈکٹیٹر تھا اور اب دوسرا ڈکٹیٹر سٹالن بنا ہوا ہے۔ سٹالن کے بعد شاید موسیو مولوٹوف ڈکٹیٹر بن جائیں گے اور جب مولوٹوف مرے تو کسی اور ٹوف یا خوف کی باری آ جائے گی۔ بہر حال اس قسم کے نظام کو سونٹے کی مدد کے سوا کبھی قابو میں نہیں رکھا جا سکتا"

(اسلام کا اقتصادی نظام صفحہ ۱۰۲)

۲۔ "بالشوزم کا موجودہ نظام اس وقت زار کے ظلموں کو یاد رکھے ہوئے ہے۔ جس دن یہ خیال ان کے دلوں سے بھولا پھر یہ طبعی احساس کہ ہماری خدمات کا ہم کو صلہ ملنا چاہیے۔ ان کے دلوں میں پیدا ہو جائے گا اور نئی پود بغاوت کرے گی"

(نظام نو صفحہ ۸۶)

۳۔ سوشلزم تحریک کے دو عظیم الشان نقصان ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ اسے ساری دنیا سے ہمدردی نہیں بلکہ اپنے ملک سے ہمدردی ہے ...... دوسرا نقص ..... اس میں صرف دنیوی پہلو کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ روحانی پہلو کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

(نظام نو صفحہ ۱۲۱)

ان انکشافات کے پورے ہونے میں دیر نہیں لگی۔ چنانچہ خروشیف کے عہد کا ایک اہم واقعہ اس کی وہ تقریر ہے جو اس نے ۱۹۵۶ء میں پارٹی کی بیسویں کانگرس میں کی۔ اس میں اس نے سٹالن کے مظالم پر سے پردہ اٹھایا۔ یہ روسی عوام کے لئے ایک صدمہ تھا۔ کیونکہ وہ باوجود سٹالن کے دور کی تکالیف کے اس کا احترام کرتے تھے۔

Red Square سے اس کی لاش باہر نکال دی گئی جہاں وہ احتراماً لینن کے ساتھ دفن کی گیا تھا۔

سٹالن کے بعد روسی باشندے پھر کبھی اس دہشت کا شکار نہیں ہوئے جبری مشقت کے کیمپ بند کر دیئے گئے۔ سٹالن نے ۱۹۳۶ء میں ایک آئین بنایا تھا اس کی بجائے ۱۹۷۷ء میں ایک نیا آئین بنایا گیا۔ لوگوں کو کسی حد تک آزادی رائے دی گئی سرکاری افسروں پر تنقید کا عمل تیز ہو گیا۔

ڈرامائی تبدیلی:

۱۹۸۵ء میں MIKHAIL GORBACHOEV گوربا چوف کو کمیونسٹ پارٹی کا جنرل سیکرٹری مقرر کیا گیا۔ پہلی مرتبہ اقتدار نئی نوجوان نسل کو منتقل ہوا۔ یہ ایک ڈرامائی تبدیلی کا آغاز تھا۔ گوربا چوف کی پہلی مہمات میں شراب نوشی کے خلاف ان کا اعلان جنگ تھا جو روسی معاشرے کو گھن کی طرح ہلاک کر رہی تھی۔ اس کے باعث بے شمار اقتصادی نقصانات ہو رہے تھے اور اوسط عمر بہت کم ہو رہی تھی۔ گوربا چوف کی اس مہم کے باعث صورت حال بہت بہتر ہو گئی۔ یہ گوربا چوف کی پہلی مہم تھی۔ دو الفاظ جو گوربا چوف کی پالیسی کو واضح کرتے ہیں ان میں سے ایک GLASNOST ہے۔ جس کے معنی فکری آزادی اور نظریاتی تیسودگی کمی کے ہیں۔ دوسرا لفظ PERESTROIKA ہے جس کے معنی اقتصادیات کی تشکیل نو کے ہیں۔ ان پالیسیوں سے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ امریکہ سے سرد جنگ کے ایک لمبے دور کے بعد ۱۹۸۷ء میں ایک معاہدہ ہوا جس کے مطابق درمیانی فاصلہ تک مار کرنے والے میزائل ختم کئے گئے۔ ۱۹۸۹ء سے افغانستان سے روسی فوجوں کا انخلا شروع ہو گیا۔ گوربا چوف نے عوام کو کمیونسٹ پارٹی کی آمریت سے نجات دلائی۔ دسمبر ۱۹۸۹ء میں رومانیہ کے کمیونسٹ صدر چاؤشسکو کو ہلاک کر دیا گیا اور اس کی لاش کو سڑک پر پھینک دیا گیا۔ پھر اچانک ۱۹ر اگست ۱۹۹۱ء کو روس کی تاریخ کا پہلا فوجی انقلاب برپا ہوا۔ یہ انقلاب چند انتہا پسند کمیونسٹ فوجیوں اور K.G.B کے افراد لائے تھے۔ گوربا چوف اگرچہ امریکہ کی بعض توقعات پر بھی پورا نہیں اتر

رہے تھے لیکن بنیاد پرست کمیونسٹوں کی واپسی اسے منظور نہ تھی۔ چنانچہ بورس یلسن سمیت تمام ممالک نے فوجی بغاوت کی مذمت کی۔ یلسن نے عوام کو اس انقلاب کے خلاف سڑکوں پر نکالا - ۷۲ گھنٹے بعد یہ انقلاب ناکام ہوگیا۔ مگر اب بورس یلسن کو ہیرو بنا کر ساری دنیا میں پیش کیا گیا اور گورباچوف کو ثانوی حیثیت دی گئی۔

بورس یلسن نے رشین فیڈریشن کی آزادی کا اعلان کر کے امریکی صدر کے ساتھ براہ راست مذاکرات شروع کر دیئے - ۲۱ دسمبر ۱۹۹۱ء کو روس کی پندرہ ریاستوں میں سے ۱۱ نے ایک معاہدے پر دستخط کئے جس کے مطابق U.S.S.R کا وجود ختم ہوگیا۔ گیارہ ریاستوں کی دولت مشترکہ قائم ہونے کے بعد گورباچوف نے ۲۵ دسمبر کو استعفیٰ پیش کر دیا۔ کمیونسٹ پارٹی کے توڑے جانے کا اعلان قبل ازیں گورباچوف کر چکے تھے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے تو ۱۹۴۵ء میں کمیونزم کے منطقی انجام کا جو ذکر ان الفاظ میں کیا تھا کہ جب بھی تنزل ہوگا یہ تحریک کلی طور پر گر جائے گی آپ کے الفاظ نہایت شان سے پورے ہوئے

(اسلام کا اقتصادی نظام ص۱۴)

حضور کے یہ الفاظ من وعن پورے ہو چکے ہیں اور روسی کمیونزم اب بلکل فیل ہوگئی ہے۔

نیا نظام

نیز حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ۱۹۴۲ء میں یہ اعلان بھی فرمایا تھا۔

"عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے دنیا چلا چلا کر کہے گی کہ ہمیں ایک نئے نظام کی ضرورت ہے۔ تب چاروں طرف سے یہ آوازیں اٹھنی شروع ہو جائیں گی کہ آؤ ہم تمہارے سامنے ایک نیا نظام پیش کرتے ہیں۔ روس کہے گا آؤ میں تم کو نیا نظام دیتا ہوں۔ ہندوستان کہے گا آؤ میں تم کو نیا نظام دیتا ہوں۔ جرمنی اور اٹلی کہے گا آؤ میں تم کو ایک نیا نظام دیتا ہوں امریکہ کہے گا آؤ میں تم کو ایک نیا نظام دیتا ہوں۔ اس وقت میرا قائمقام قادیان سے کہے گا کہ نیا نظام الوصیت میں موجود ہے۔ اگر دنیا فلاح وبہبود کے رستہ پر چلنا چاہتی ہے تو اس کا ایک ہی طریق کار ہے۔ اور وہ یہ کہ الوصیت کے پیش کردہ نظام کو دنیا میں جاری کیا جائے۔

(نظام نو ص۱۱۱)

پھر نظام الوصیت کی تشریح میں حضور نے فرمایا۔

یہ کتنا عظیم الشان فرق ہے کہ دنیا جس نظام کو پیش کرتی ہے اس میں وہ جبراً لوگوں سے ان کے اموال چھینتی ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جس نظام نو کو پیش فرماتے ہیں اس میں طوعی قربانیوں پر زور دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مرتد ہو جائے تو اس کا مال اسے واپس کر دو۔ کیونکہ ایسا مال مردود ہے اور اس قابل نہیں کہ اسے اپنے پاس رکھا جائے اور فرمایا کہ

تم سب اپنی اپنی جائیدادوں کا کم از کم دسواں حصہ دو۔ اس وصیت کے مطابق ہر وصیت کرنے والا احمدی اپنی جائیداد کا ۱/۱۰ سے ۱/۳ اپنی مرضی سے اپنے اُخروی فائدہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلام اور بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے دیتا ہے جس سے ان تمام یتیموں اور مسکینوں کے لئے جو کافی طور پر وجوہ معاش نہیں رکھتے، کی روزی کا سامان کیا جائے گا۔

(نظام نو ص۱۰۳)

باقی ❁ آئندہ

بقیہ صفحہ نمبر ۱۴ غیبت

نے جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ انہوں نے جواب دیا یہ وہ لوگ ہیں۔ جو لوگوں کا گوشت کھایا کرتے تھے (یعنی غیبت کیا کرتے تھے) اور اُن کی آبرو کے پیچھے پڑے رہتے تھے"

(ابوداؤد)

اس حدیث کے پڑھنے سے جسم پر لرزہ طاری ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا واقعہ معراج کے موقعہ پر دکھایا گیا۔ جس سے آپؐ نے اپنی اُمت کو واضح رنگ میں بتایا۔ کہ اگر تم اپنے بھائیوں کی آبرو کی عزت نہیں کرو گے تو اس مہلک عذاب میں مبتلا ہو گے۔ ذرا سوچ کر دیکھیں تو حیرت ہوتی ہے۔ کہ تانبے کے ناخن سے اپنا گوشت نوچا جائے۔ سوچتے ہی بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایک انسان جب غیبت کے علاوہ کوئی گناہ کرتا ہے۔ تو کوئی دنیاوی فائدہ مدنظر ہوتا ہے۔ اور دنیاوی فائدہ اُس کو گناہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اور وہ اس لالچ میں آخرت کے عذاب کو بھول جاتا ہے۔ لیکن غیبت ایسی چیز ہے۔ جس کا کوئی فائدہ نہیں سوائے اس کے کہ دوسروں کے عیوب بیان کرنے سے انسان کو ایک ذہنی لذت محسوس ہوتی ہے۔ یہ سب باتیں آخرت کو سامنے نہ رکھنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ جس کا خمیازہ اُسے بعد میں بھگتنا پڑے گا۔

دنیا میں ہر انسان میں کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔ سوائے انبیاء اور خاص صلحاء کے روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں اور نہ ہوگا۔ جو کمزوریوں سے پاک ہو۔ لیکن اس کے باوجود انسان کمزوریوں اور خرابیوں کو یکسر نظر انداز کر دیتا ہے۔ لیکن دوسروں کی معمولی معمولی خرابیاں اور کمزوریاں فوراً نظر آجاتی ہیں اور بڑے مزے لے لے کر انہیں دوسروں کے سامنے بیان کرتا ہے حالانکہ اُس سے بڑھ کر اُس کی ذات میں بدرجہ اتم موجود ہوتی ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جن خرابیوں کو تو اپنے نفس میں محسوس کرتا ہے۔ اگر وہ دوسرے لوگوں میں پائی بھی جاتی ہیں۔ تو اپنی بدیوں کا خیال کرتے ہوئے تو ان کو دوسروں کے سامنے بیان کرنے سے باز رہ" حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے یہ نصیحت ملتی ہے کہ کسی کی برائیاں بیان کرنے سے بیشتر یہ سوچ لیا کرو۔ کہ کیا میں سب برائیوں اور بدیوں سے محفوظ ہوں۔ اگر یہ خیال دل میں رہے تو کبھی ایک کے عیوب دوسرے کے سامنے بیان نہ کرے۔ بانی جماعت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ

"عیب جوئی نہ کرو۔ کہ تمہاری بھی عیب جوئی نہ کی جائے۔ کیونکہ جس طرح تم عیب جوئی کرتے ہو۔ اُسی طرح تمہاری بھی عیب جوئی کی جائے گی۔ اور جس پیمانہ سے تم ناپتے ہو۔ اُسی سے تمہارے واسطے ناپا جائے گا۔ تو کیوں اپنے بھائی کی آنکھ کے تنکے کو دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کے شہتیر پر غور نہیں کرتا اور جب تیری آنکھ میں شہتیر ہے۔ تو تو اپنے بھائی سے کیوں کر کہہ سکتا ہے۔ کہ لا تیری آنکھ سے تنکا نکال دوں۔ اے ریاکار! پہلے اپنی آنکھ میں سے تو شہتیر نکال پھر اپنے بھائی کی آنکھ میں سے تنکے کو اچھی طرح دیکھ کر نکال سکے گا"

معزز قارئین کرام! غیبت کرنے سے صرف ایک نقصان نہیں بلکہ انسان کی ہر عبادت وریاضت ہر نیکی جو وہ نیکی سمجھ کر کرتا ہے۔ نہ وہ عبادت رہتی ہے اور نہ وہ نیکی نیکی رہتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے حضور مقبول شمار ہو۔ غیبت صرف مذہبی نقطہ نگاہ ہی سے نہیں بلکہ عام اخلاق کی رو سے بھی انتہائی قابل نفرت ہے۔ یہ یقینی اور قطعی بات ہے۔ کہ وہ لوگ جو دوسروں کی برائیاں تلاش کرنے میں پیش پیش رہتے ہیں۔ جو غیبت کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ خود اُن کی اخلاقی حالت انتہائی خراب ہوتی ہے۔ غیبت کرنے والے کو خود بھی امن چین اور آرام نصیب نہیں ہوتا ۱۴

۱۴ اور نہ ہی وہ کسی کو اپنا ہمراز اور دوست بنا سکتا ہے اور غیبت کرنے والا سینکڑوں افراد کو اپنا دشمن بنا لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

غیبت

انسان کے ایمان اور اخلاق کو برباد کرنے والی بیماری

از مکرم مقصود احمد صاحب بھٹی مبلغ سلسلہ احمدیہ شیموگہ

غیبت ایک ایسی مہلک اور خطرناک بیماری ہے۔ کہ جس فرد بشر کو لگ جائے اس کے اخلاق اور ایمان کو تباہ و برباد کئے بغیر نہیں چھوڑتی اور یہ ہزاروں بیماریوں کی جڑ ہے۔ جھوٹ، کینہ، چغل خوری، بدگمانی، کبر و نخوت، خود پسندی وغیرہ عیوب اگر بیک وقت ایک شخص میں جمع ہو سکتے ہیں تو غیبت گھن کی طرح اندر ہی اندر انسان کے اخلاق اور ایمان کو کھائے جاتی ہے۔ اور ایک وقت ایسا آتا ہے۔ کہ انسان کے اندر اخلاق اور ایمان کی رمق اور علامت بھی باقی نہیں رہتی۔ غیبت کرنے والوں کے متعلق اللہ تعالے نے قرآن کریم میں بڑے سخت الفاظ فرمائے ہوئے۔ اس خطرناک اور تباہ کن گناہ سے بچنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالے فرماتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ

(حجرات: ۱۳)

"اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچتے رہا کرو۔ کیونکہ بعض گمان گناہ بن جاتے ہیں اور تجسس سے کام نہ لیا کرو۔ اور تم میں سے بعض بعض کی غیبت نہ کیا کریں۔ کیا تم میں سے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا۔ (اگر تمہاری طرف یہ بات منسوب کی جائے) تم اس کو ناپسند کرو گے۔ کہ تم اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاؤ"

موجودہ دور میں عوام الناس میں غیبت اس قدر رواج پکڑ چکی ہے۔ کہ ہر طرف اس کے خطرناک اور تباہ کن اثرات ظاہر ہو رہے ہیں۔ فتنہ اور فساد کا بازار گرم ہے۔ آیت مذکورہ بالا میں اللہ تعالے نے واضح طور پر غیبت کرنے والوں کو ایسا قرار دیا ہے گویا وہ اپنے مردہ بھائیوں کے بدن پر سے گوشت نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں۔ بظاہر تو ایک انسان اپنے بھائی سے ایسا سلوک کرنا بالکل روا نہیں رکھے گا۔ لیکن دور حاضر میں ظاہری طور پہ بھی انسان اپنے بھائی کا گوشت نوچ رہا ہے۔ آخر کیوں؟ غیبت جیسے مکروہ اور ناپاک فعل کی وجہ سے ایک انسان دوسرے انسان کے خلاف ایک فرقہ اور مذہب کے ماننے والے دوسرے فرقہ اور مذہب کے خلاف اور ایک ملک دوسرے ملک کے خلاف ایک دوسرے کا کان بھر رہا ہے۔ اور نتیجہ یہ ہے۔ کہ خونوں کے بازار گرم ہیں۔ لیکن اگر اس کے برخلاف بانی اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو مدنظر رکھا جائے۔ تو پتہ چلتا ہے کہ غیبت کرنے سے اعمال صالحہ ضائع ہو جاتے ہیں حدیث میں آتا ہے کہ

عن ابن عباس ان رجلين صليا صلوة الظهر والعصر وكانا صائمين فلما قضى النبي صلى الله عليه وسلم الصلوة قال اعيدوا وضوءكما وصلوتكما وامضيا في صومكما واقضيا يوما آخر قال لم قال اغتبتم فلانا

(مشکوٰۃ)

"حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ دو آدمیوں نے ظہر و عصر کی نماز پڑھی وہ دونوں روزے سے بھی تھے۔ جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ختم کی تو آپ نے دونوں سے فرمایا۔ کہ اپنے وضو کرو نماز دوبارہ پڑھو۔ روزوں کو مت توڑو۔ لیکن کسی دوسرے دن ان کی قضا بھی کرو۔ انہوں نے پوچھا حضور کیوں آپ نے فرمایا۔ اس لئے کہ تم نے فلاں شخص کی غیبت کی ہے"

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے۔ کہ غیبت کتنا بڑا گناہ ہے۔ اس کے ارتکاب سے کوئی انسانی عبادت در یاضت قبول نہیں ہوتی۔ نماز اور روزہ خدا تعالے نے اس لئے مقرر کئے ہیں۔ تا انسان اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں کو دور کر سکے گناہوں اور معاصی سے بچ سکے۔ اور خدا تعالے سے سچا تعلق پیدا کیا جا سکے لیکن آج دیگر مذاہب کے ماننے والے کیا خود مسلمان خاص کر علماء حضرات واضح احکامات کو جانتے ہوئے غیبت کے مکروہ میدان میں ایسا کود پڑے ہیں۔ کہ فضا آلودگی اور گناہ سے بھر گئی ہے۔ اور وہ اسلام کے پاک نام پر بدنما داغ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ انسان کے تمام گناہ اللہ تعالے معاف فرما دیتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالے انتہائی رحیم، مہربان، ستار اور غفار ہے۔ جب اس کا بندہ سچے دل سے اس کے آستانہ الوہیت پہ گر کر اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہے تو وہ رحیم خدا اس کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔ احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالے انہیں گناہ کو معاف کرتا ہے۔ جو حقوق اللہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ وہ گناہ جن کا تعلق حقوق العباد سے ہوتا ہے۔ وہ تبھی معاف کئے جاتے ہیں۔ جب ان کی تلافی اسی دنیا میں کر دی جائے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ کہ شہید کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں مگر قرضہ ادا نہ کرنے کا گناہ معاف نہیں ہوتا۔ یہی حال غیبت کا بھی ہے۔ غیبت کا تعلق حقوق اللہ سے نہیں بلکہ حقوق العباد سے ہے۔ تب تک یہ گناہ معاف نہیں ہوتا۔ جب تک جس کی غیبت کی گئی ہے وہ اسے معاف نہ کر دے۔

احادیث سے ثابت ہے کہ انسان جب تک دنیا میں ہی اس شخص سے معافی نہیں لے گا تب تک اللہ اس کو معاف نہیں کرے گا۔ ایک غیبت کرنے والا دل میں کتنے ہی گناہ انسانوں کی غیبت کرتا ہے وہ تمام آخرت کے دن اس کے اعمال نامہ میں پیش کئے جائیں گے۔ مسلم کی ایک حدیث میں آتا ہے۔

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے دریافت کیا۔ کہ کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کس کو کہتے ہیں صحابہ کرامؓ نے عرض کیا۔ کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ غیبت کی تعریف یہ ہے۔ کہ اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرنا کہ اگر اس کے سامنے ایسا ہی ذکر کیا جاتا تو وہ برا مناتا۔ صحابہ نے عرض کیا۔ کہ حضورؐ اگر اپنے بھائی کے متعلق وہی بات بیان کی جائے جو اس میں پائی جاتی ہو۔ تو تب بھی غیبت شمار ہوگی۔ حضورؐ نے فرمایا۔ غیبت تو دراصل اسی کا نام ہے کہ اگر تم اپنے بھائی کے متعلق ایسی باتیں کرو۔ جو اس میں پائی نہ جاتی ہوں۔ تو تم اس کی غیبت نہیں کرو گے بلکہ اس پر بہتان باندھو گے"

قارئین کرام! اگر ایک زندہ انسان کے جسم میں کانٹے چبھوئے جائیں تو اس کو کس قدر تکلیف ہوگی۔ آیئے حدیث کی روشنی میں غیبت کرنے والے کی سزا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں ہی ملاحظہ کریں۔ حضور فرماتے ہیں!

"ترجمہ:۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے معراج ہوئی تو میں ایک قوم کے پاس سے گزرا جن کے ناخن تانبے کے تھے۔ اور وہ اپنے ان ناخنوں سے اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل چھیل کر لہولہان کر رہے تھے۔ میں

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

بعض غلطیوں کی اِصلاح

سیّدنا حضرت امیر المومنین ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بدر ۲۴ جون ۱۹۹۳ء قرآن مجید نمبر میں بعض غلطیوں کی نشاندہی فرمائی ہے۔

صہ پر حضرت اقدس مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منظوم عربی کلام میں شعر ۲ کو اس طرح پڑھا جائے:۔

وَاِذَا اَرٰی وَجْھًا بِاَنْوَارِ الْجَمَالِ مُصَبَّغًا
فَدَرَی الْمُعَارِضُ اَنَّہٗ اَلْغَی الْفَصَاحَۃَ اَوْ لَغَا

قبل ازیں اس شعر میں "فَدَرَی" کی بجائے "فَرَاٰی" لکھا گیا ہے۔

شعر ۵ کو اِس طرح پڑھا جائے:۔

نُوْرٌ عَلٰی نُوْرِہٖ ھُدًی یَوْمًا فَیَوْمًا فِی الثَّغَا
مَنْ کَانَ مُنْکِرَ نُوْرِہٖ قَدْ جِئْتُہٗ مُتَفَرِّغَا

قبل ازیں "نُوْرٌ عَلٰی نُوْرِ ھُدٰی" لکھا گیا ہے۔

● اِسی طرح صہ پر سیّدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے منظوم کلام بعنوان "قرآن کریم کی عظمت" میں پہلے شعر کو یوں پڑھا جائے:۔

گناہ گاروں کے دردِ دل کی بس ایک قرآں ہی دَوا ہے
یہی ہے خضرِ رہِ طریقت یہی ہے ساغر جو حق نُما ہے

قبل ازیں پہلے مصرعہ میں "بس اِک قرآن ہی دَوا ہے" لکھا گیا ہے۔

اسی نظم کے آخری شعر کے پہلے مصرعہ کو یوں پڑھا جائے:۔

نہیں ہے کچھ دیں سے کام اُن کا یونہی مُسلماں ہے نام اُن کا

قبل ازیں "مُسلمان" لکھا گیا ہے۔

قارئینِ کرام سے درخواست ہے کہ ان غلطیوں کی اِصلاح فرمالیں۔ ادارہ بدر اِن غلطیوں پر دِلی معذرت خواہ ہے۔

(اِدارہ)

○

ضروری اِعلان

برائے مُوصیان، سیکرٹریانِ مال و انسپکٹران

(۱)۔ تمام موصی احباب و خواتین کی خصوصی توجہ کے لئے تحریر ہے کہ دفتر بہشتی مقبرہ سے خط و کتابت کرتے وقت یا مقامی جماعت میں سیکرٹریانِ مال و انسپکٹران کو حصہ آمد وحصہ جائیداد کی ادائیگی کرتے وقت اپنے نام، ولدیت اور زوجیت کے ساتھ ساتھ اپنا "وصیّت نمبر" ضرور لکھا کریں۔

(۲)۔ سیکرٹریانِ مال و انسپکٹران دفتر بہشتی مقبرہ کو حصہ آمد وحصہ جائیداد کی تفصیلات ارسال کرتے وقت مُوصیان کے نام، ولدیت اور زوجیت کے ساتھ ساتھ اُن کا "وصیّت نمبر" ضرور تحریر کریں۔

دفتر بہشتی مقبرہ میں جماعتوں کی طرف سے حصہ آمد وحصہ جائیداد کی جو تفصیلات آتی ہیں، بعض مُوصیان کے نام ایک جیسے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے کھاتہ برانچ کو اندراج کرتے وقت کافی دِقت پیش آتی ہے۔

اِس لئے تمام مُوصیان، سیکرٹریانِ مال و انسپکٹران سے گزارش ہے کہ مندرجہ بالا ہدایات کی پابندی کرتے ہوئے دفتر بہشتی مقبرہ کے ساتھ تعاون فرمائیں۔ جَزَاکُمُ اللہُ تعالیٰ۔

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

○

روایتی زیورات جدید فیشن کے ساتھ
لتھرا جیولرز
M/S PARVESH KUMAR S/O SHRI GIRDHARI LAL
GOLDSMITH, MAIN BAZAR, QADIAN-143516.

QURESHI ASSOCIATES
MNUFACTURERS - EXPORTERS - IMPORTERS
HIGHLY FASHION LADIES MADE-UP OF 100% PURE
LEATHER, SILK WITH SEQUENCES AND SOLID BRASS
NOVELTIES/ GIFT ITEMS ETC.
MAILING ADDRESS } 4378/4B. MURARI LAL LANE ANSARI ROAD, NEW DELHI-110002. (INDIA)
PHONES:- 011-3263992, 011-3282643.
FAX:- 91-11-3755121, SHELKA NEW DELHI.

روایتی زیورات جدید فیشن کے ساتھ
شریف جیولرز
پروپرائیٹر:۔
حنیف احمد کامران
حاجی شریف احمد
اقصیٰ روڈ۔ ربوہ۔ پاکستان۔
PHONE:- 04524 - 649.

بہترین ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اور بہترین دُعا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہے۔ (ترمذی)
C.K. ALAVI RABWAH WOOD INDUSTRIES.
MAHDI NAGAR, VANIYAMBALAM - 679339. (KERALA)
TIMBER LOGS SAWN SIZE
TEAK POLES & WOODEN FURNITURE.

ارشادِ نبوی
اَلسَّلَامُ قَبْلَ الْکَلَامِ
(بات کرنے سے پہلے سلام کیا کرو)
(ترمذی)
ـــ (منجانب) ـــ
یکے از اراکین جماعت احمدیہ بمبئی۔

طالبانِ دُعا:۔
آٹو ٹریڈرز
AUTO TRADERS
۱۶۔ ہیسنگو لین کلکتہ۔ ۷۰۰۰۰۱

"ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا میں ہیں۔"
(کشتی نوح)
NIR
Jaline
NEW INDIA RUBBER WORKS (P) LTD.
CALCUTTA - 700015.
پیش کرتے ہیں:۔
آرام دہ۔ مضبوط اور دیدہ زیب
ربر شیٹ، ہوائی چپل نیز ربر
پلاسٹک اور کینوس کے جوتے!

YUBA
QUALITY FOOT WEAR

اَلَیْسَ اللہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ
ـــ (پیشکش) ـــ
بانی پولیمرز کلکتہ۔ ۷۰۰۰۴۶
ٹیلیفون نمبرز:۔
43 — 4028 - 5137 - 5206

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

مرکزِ احمدیت قادیان میں

مجلس انصار اللہ بھارت کا چودھواں

سالانہ اجتماع

اپنی خصوصی رونق اور شان کے ساتھ ۲۰-۲۱-۲۲ اخاء (اکتوبر) ۱۳۷۲ ہش / ۱۹۹۳ء بروز بدھ، جمعرات، جمعہ منعقد ہو رہا ہے

"مجالس کی سو فی صد نمائندگی ہونی چاہیئے۔"

ارشاد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

الداعی: صدر مجلس انصار اللہ بھارت۔ قادیان